18
26

اسلامی اقدار کا نقیب

ترجمانِ اسلام

ہفت روزہ

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

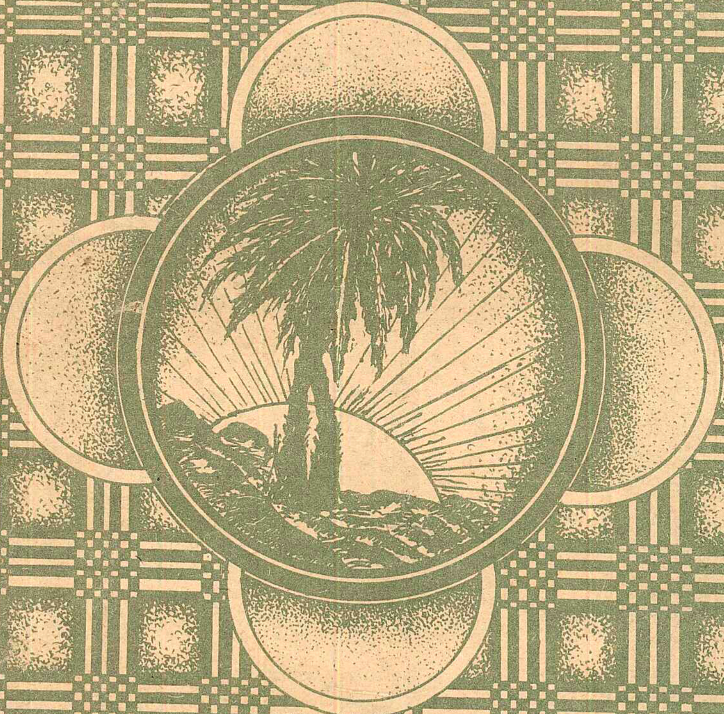

سپریم کورٹ میں نیپ کے خلاف ریفرنس پر تقریر کرتے ہوئے اٹارنی جنرل مسٹر یحییٰ بختیار نے قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ پر ان کے دور وزارت کے سلسلہ میں متعدد بے جا الزامات عائد کیے ہیں جن کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام کے قانونی مشیر جناب قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ کے ذریعہ سپریم کورٹ میں نیپ کے ریفرنس میں انہیں فریق مقدمہ بنانے کی درخواست باضابطہ دائر کر دی ہے۔ اس درخواست کی سماعت ۳۰ جون کو سپریم کورٹ کے فل کورٹ کے سامنے ہوگی۔

زخم ہائے دروں

آمریت کے جو ہم نوا ہو گئے
وہ گناہ گار بھی "پارسا" ہو گئے

کچھ وڈیرے مساوات کے نام پر
کشتیٔ ملک کے ناخدا ہو گئے

رہزنی جن کا پیشہ آبا رہا!!
وائے حسرت!! وہی رہنما ہو گئے!

لوگ، جن کو سلیقہ نہیں، بات کا
سوچیے تو ذرا! کیا سے کیا ہو گئے

نامِ جرأت سے جو آشنا تک نہیں
وہ مرے دَور کے سُورما ہو گئے

ہیں "عوامی حکومت" میں غدّار وہ
قوم کے نام پر جو فدا ہو گئے

"کیسے کیسے بدلتا ہے رنگ آسماں"
داخلِ مے کدہ، "پیشوا" ہو گئے

وہ "تقدس" کا چرچا تھا جن کے، کبھی
اب گرفتارِ زلفِ رسا ہو گئے

شعبدہ کاریاں رہ گئی ہیں فقط
شعبدہ کار ہی رہنما ہو گئے

روشنی گم ہوئی، تیرگی چھا گئی
اب اُجالے بھی ہم سے خفا ہو گئے

قصۂ غم سُنائیں کسے دوستو!
اچھے اچھے بھی ہرزہ سرا ہو گئے

غیر کی بات کیا؟ غیر سے کیا غرض
اپنے احباب ہی کج ادا ہو گئے

قادریؔ کیا کہیں اور کس سے کہیں؟
زخم ہائے دروں اب سوا ہو گئے

اکرام القادری

تین سال میں تین وزیر اعلیٰ

اخبارات کی اطلاع کے مطابق سابق گورنر پنجاب جناب صادق حسین قریشی ۶ جولائی کو پنجاب کی وزارت علیہ کا حلف اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے "دانشور" وزیراعلیٰ جنہیں چند دن بعد ہمیں سابق وزیراعلیٰ لکھنا پڑے گا اپنا بوریا بستر باندھنے میں مصروف ہیں اس سلسلہ میں رامے صاحب نے ابتدائی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ جونہی انہیں بارگاہ خسروی سے پروانۂ سبکدوشی ملا وہ چیف منسٹر ہاؤس سے کرائے کی کوٹھی میں منتقل ہو جائیں گے۔ رامے صاحب کے سیاسی حریف جنہیں دانشور اور سچا سوشلسٹ ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے، بدستور عہدہ گورنری پر براجمان رہیں گے۔

بہت کم لوگ ہوں گے جن کے لیے رامے صاحب کا جانا غیر متوقع ہو، ورنہ سیاسی حلقوں میں یہ بات طے شدہ تھی کہ اب رامے صاحب کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گئے یا شام گئے۔ ممکن ہے بھٹو صاحب کے مزاج ناآشنا افراد اور جناب رامے صاحب کے مداحوں کی مختصر سی ٹولی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ رامے صاحب کے اقتدار کا سنگھاسن ان کی خطیبانہ آن بان، دانشوارانہ انداز گفتگو اور مسجع گل افشانی گفتار ڈولنے سے بچا لے گی، ورنہ سیاسی حلقے جلد یا بدیر ان کے سرگ باشس ہونے پر اتنا ہی یقین رکھتے تھے جتنا رامے صاحب اور کھر تصادم و اختلاف کے باوجود بھٹو صاحب کی پیروی پر ہر دو حضرات جدا جدا راہیں رکھنے کے باوجود درجان پر آ لیتے تھے

ہمارے نزدیک رامے صاحب سے اقتدار کا آنکھیں پھیر لینا شدنی ہے ناشدنی نہیں۔ فسطائیت اور طوائف الملوکی کا مزاج ہی یہ ہے کہ کسی چیز کو تمکن و قرار حاصل نہ ہو آمریت کے برگ و بار اور دست و پاہی انار کی و انتشار ہیں اور پھر جہاں ہر شخص مفاد پرست، ہر شخص بدعنوان اور ہر شخص اقتدار کا طلبگار و خواہاں ہو، وہاں استقرار کی بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی ہے، وہاں تو اسی قسم کے گل کھلیں گے جس قسم کے کھل رہے ہیں۔ کوئی سدھار رہا ہوگا، کوئی پدھار رہا ہوگا۔ کسی کے آنے آنے کا غلغلہ ہوگا، کسی کے جانے جانے شور نشور اس نظام میں پورے ملک کے بست و کشاد پر فرد واحد کی اجارہ داری ہوتی ہے جس کے اشارۂ ابرو پر کہیں شادیانے بجنے لگتے ہیں، کہیں ماتم و بکا کی گرم بازاری۔

ہم بلوچستان و سرحد کی بات نہیں کرتے، بلکہ سندھ و پنجاب جہاں عوام کی "پسندیدہ" پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی تھی وہاں بھی کس کی بنی ہے۔ عالم ناپائیدار میں کا منظر مسلسل دیکھنے میں آ رہا ہے خصوصاً پنجاب جو پیپلز پارٹی کا گھر تصور ہوتا ہے وہاں یہ عالم ہے کہ وزراء، وزراء اعلیٰ، گورنرز اور ان کے مشیر کبھی گھر پر ہیں اور کبھی گھاٹ پر۔

یہ حقیقت کسے معلوم نہیں کہ "عوامی حکومت" تین سال میں تین وزیر اعلیٰ، تین گورنر اور ان گنت وزیر و مشیر ادل بدل کر چکی ہے۔ ع۔ پیا جسے چاہے وہی ہے سہاگن۔ جس کا قصیدہ پسند آ گیا اسی کے پو بارے۔ گذشتہ چند ہفتوں سے محترم رامے صاحب کی حالت بالکل اس چراغ سحر سے مماثل تھی، جو بجھنے سے پہلے بھڑکنے لگتا ہے۔ ہمارے نزدیک موجودہ نظام کی موجودگی میں شخصیات و افراد کا آنا جانا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ ہم اگر کسی شئے کے مخالف ہیں تو وہ یہ فسطائی نظام ہے جس کی مشین میں اس قسم کی شخصیات ڈھلتی ہیں۔ ملک کی گاڑی اس وقت تک صحیح سمت کی طرف رواں نہیں ہو سکتی جب تک اس آمرانہ استحصالی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہیں پھینکا جاتا۔

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۲۶
جمعۃ المبارک ۴ جولائی سنہ ۱۹۷۵ء ۲۳ جمادی الثانی

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلس ادارت
مولانا سعید احمد رائے پوری
سید مطلوب علی زیدی
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ——— ۳۸ روپے
ششماہی ——— ۱۹ روپے
سہ ماہی ——— ۹/۵۰ روپے
فی پرچہ
۷۵ پیسے

پرنٹر پبلشر ... پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ سے شائع کیا

تلخ و شیریں

امجد علی شاکر بی۔ اے [illegible]

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں !

آزاد کشمیر میں اقتصادی و معاشرتی انقلاب لایا جائے گا۔ (سردار ابراہیم)

کیا غریب اور بد معاش سیاسی کارکنوں کو امیر اور شریف بنا کر لایا جائیگا۔

رشوت لینے پر تھانیدار گرفتار۔

(ایک خبر)

رشوت کے ریٹ میں کمی بیشی کی ہو گی۔ ورنہ میرے ناقص علم میں تو کوئی ایسا تھانیدار نہیں جو رشوت نہ لیتا ہو۔

پنجاب کا سیاسی مسئلہ بہت جلد حل کر دیا جائے گا۔ (بھٹو)

کیا بلوچستان کے مسئلہ کی طرح۔

اب عوام سکھ کا سانس لے سکیں گے۔

(بھٹو۔)

لیکن اگر مہنگائی نے سانس پکڑ لیا تو کیا ہو گا۔

کراچی میں کم تنخواہ پانے والوں کے لیے بستی کی تعمیر۔ خبر

تاکہ سبھی مہنگائی زدہ اکٹھے ہو کر مہنگائی کے خلاف تدابیر سوچ سکیں۔

ادھار کے مطالبہ پر چاقو گھونپ کر زخمی کر دیا۔ (خبر)

حملہ آور یقیناً اس ضرب المثل کا مفہوم سمجھانا چاہتا ہو گا کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔

اراضی کو پانی سے محروم نہ رکھا جائے۔

(ایک مطالبہ)

آپ تو اراضی سے اتنی ہمدردی رکھتے ہیں لیکن یہاں پہر آدمی پانی سے محروم رہ رہے ہیں۔

گوجرانوالہ میں ٹرک سٹینڈ تعمیر کرنے کا مطالبہ۔ (خبر)۔

کیا اس لیے کہ بدمعاشوں کو جگا ٹیکس وصول کرنے میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔

سیاست پر لعنت۔ (ایک کالم کی سرخی)

صحافت پر پابندیوں کی وجہ سے صحافت کی طرف سے سیاست پر یہ لعنت ہو گی۔

سڑکوں کی مرمت کرائی جائے۔

(ایک مطالبہ)

اس طرح حادثوں کے امکانات کم ہو جائیں گے اور ہسپتالوں کی بربادی کے امکانات زیادہ۔

مہنگائی پر نکتہ چینی۔

بے جان چیز پر نکتہ چینی سے کیا بنے گا۔ مہنگائی کرنے والوں پر نکتہ چینی کریں تو کچھ بات بھی ہو گی۔

اسلامی تعزیرات نافذ کی جائیں۔

تو پھر پیپلز پارٹی قائم کیونکر رہ سکے گی۔

سوشلزم کا پرچار آئین کے منافی ہے۔

تو پھر یہ بتا دیں کہ سوشلزم کے پرچار کر کون سا کام آئین کے مطابق کر رہے ہیں۔

چوری کی وارداتوں کے بعد پولیس کی جمعیت متعین کر دی گئی۔

کیا اس لیے کہ چور اکیلے ہی مال ہضم نہ کر سکیں۔

موچھ (میانوالی) کے مسائل۔ (ایک مراسلہ)

موچھ کیا پورا ملک مسائل کی فصل کے لیے کافی زرخیز ہے۔ اور کسی مقام پر اس جنس گراں بہا کی کمی نہیں۔

میانوالی کے صدر بازار میں ناجائز تجاوزات۔ (ایک مراسلہ)

ناجائز تجاوزات تو پاکستان میں مہنگائی، فیشن، فحاشی اور بد معاشی کی طرح پھیل چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت نے بھی پاکستان میں ناجائز تجاوزات کر لی تھیں جسے پاکستان نے حقیقت سمجھ کر تسلیم کر لیا۔ اب ان تجاوزات کو بھی یقیناً حقیقت سمجھ کر حکومت تسلیم کر لے گی۔

سرحد اور سندھ کے بجٹ۔

(اداریہ کا عنوان)

کیا ہے؟ شیخ چلی کی تصنیفات۔

حکومت وعدے پورے کرنے کے لیے خلوصِ دل سے کام کر رہی ہے۔

ایک ایم۔ پی۔ اے کا بیان

تو کیا پاکستان میں خلوصِ دل جیسی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔ اگر پائی جاتی ہے تو لیڈر موصوف براہِ کرم اس کے محلِ وقوع، نرخ، طریقِ حصول کے بارے میں اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

خط و کتابت کرتے وقت تاریخ لکھنا ست بولیے

ترتیب : حافظ مقصود احمد

مبلغین کے لیے دس راہ نما اصول

از افادات : مخدوم العلما حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم امیر کل پاکستان جمعیۃ علما اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قل ھذہٖ سبیلی ادعوا
الی اللہ علی بصیرۃ انا
ومن اتبعنی
سبحٰن اللہ وما انا
من المشرکین ہ

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کا علم دیا ہے ان کا فریضہ یہ ہے کہ تمام زندگی تبلیغ کریں۔ انبیاء کا ساری زندگی صرف یہی فریضہ رہا ہے۔ اس لیے یہ عمل سب سے افضل ہے۔ اسے درست طور پر سرانجام دینے کی کچھ شرائط ہیں۔

شرط اول : علی وجہ البصیرۃ۔ قرآن میں ہے :

علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی

میں خود بھی اس طریق کا واقف ہوں اور میرے ماننے والے اصحابہ بھی اس فریضہ تبلیغ سے متعلق امور سے پوری طرح واقف ہیں۔

تبلیغ کے لیے علم سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جو خود نہیں جانتا وہ اوروں کو کیا بتلائے گا۔ یہاں علم سے مراد وہ علم جس کے ساتھ رب تعالیٰ کی پہچان ہو۔ صراط مستقیم کا پتہ چلے۔ اچھے اور بُرے کاموں کی تمیز ہو۔ یہ علم قرآن وحدیث کا ہے۔

شرط ثانی : اخلاص عمل۔ تبلیغ لوجہ اللہ ہو

لا اسئلکم علیہ اجراً۔ مبلغ کا منشور ہونا چاہیے، اجرت طلب نہ کرے بلکہ رضائے الٰہی کے تحت اصلاح الناس کا کام کرتا جائے اور اگر اس سے پوچھا جائے کہ اس تبلیغ کا کیا اجر لوگے تو کہے :

ان اجری الا علی اللہ

میرا اجر اللہ پر ہے، میں تو صرف اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں

شرط ثالث : طریق تبلیغ۔

قرآن مجید میں ہے :

فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔

نبی نوانسان کی زندگی کا منشور قرآن ہے مبلغ کا فریضہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کے احکام بتلائے۔ جس کو جتنے احکام یاد ہوں وہ دوسروں تک پہونچاتا رہے۔ اقل درجہ ایک آیت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

بلغوا عنی ولو آیۃ

میری طرف سے احکام پہونچاتے رہو۔ خواہ ایک ہی آیت ہو۔

شرط رابع : التزام رفق۔

نہایت نرمی اور درد دل سے تبلیغ کرے۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

اپنے رب کی طرف بلاتے رہو، حکمت اور دانائی کے ساتھ۔

والموعظۃ الحسنۃ

اور اچھے وعظ کے ساتھ۔ وہ گالیاں دیں تو تم صبر کرو۔

واصبر وما صبرک الا باللہ

آپ صبر کریں آپ کا صبر خدا کی توفیق سے ہے۔

مخاطبین سے بہرحال نرمی سے پیش آنا ضروری ہے

شرط خامس : التزام اجتناب عن کتمان الحق۔ مبلغ کو حکم ہے :

فاصدع بما تؤمر

اسے اعلان حق بہرحال کرنا ہے۔

مزاحمت جتنی زیادہ ہوگی، عند اللہ اجر بھی اتنا ہی زیادہ مرتب ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر۔

ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے

شرط سادس : اعراض عن رفاقۃ المشرکین۔

قرآن پاک میں حکم ہے :

واعرض عن المشرکین ہ

دشمنانِ خدا کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کو روکنا ہے۔ مبلغ کو چاہیے کہ ان کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے کام میں لگا رہے اگر وہ مذاق میں مجنون، شاعر اور اس قسم کے القابات سے نوازتے رہیں تو فریضۂ تبلیغ میں کوتاہی اس وجہ

سے نہ آنے دیں۔ ان مذاق کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ خود نمٹ لیں گے

انا کفینٰک المستھزین ہ

کے ساتھ مبلغ کو تسلی دی گئی ہے

شرط سابع : التزام صبر۔

ادائے تبلیغ میں اگر تکلیف آئے تو حکم ہے کہ واصبر۔ صبر کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبلغ رسالت میں جتنی تکلیف مجھے دی گئی ہے، اتنی کسی نبی کو بھی نہیں دی گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فلعلک باخع النفسک

الایکونوا مومنین

شرط ثامن : التزام ذکراللہ

فسبح بحمد ربک

مبلغ کا فریضہ ہے کہ حق کا اظہار کرے اور ذکر الٰہی کا التزام کرے۔ زبان پر سبحان اللہ الحمد للہ کا ورد رہے۔ کامیابی ذکر الٰہی کے التزام سے ہوگی۔

شرط تاسع : التزام صلوۃ۔

نمازوں کا التزام کرے۔ حکم ہے:

کن من الساجدین ہ

ای المصلین۔

نماز پڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ خود نماز پڑھو گے تو قیامت کے روز نمازیوں میں شمار ہو گے۔

حدیث شریف میں ہے :

اقرب مایکون الی اللہ

ھو ساجد۔

جب بندہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہوتا ہے۔

شرط عاشر : التزام استقلال۔

واعبد ربک حتی یاتیک

الیقین ہ

مرتے دم تک عبادت کرنے کا حکم ہے۔ تبلیغ عبادت کی اصل بنیاد ہے۔ اس کا التزام بدرجہ اولیٰ ہے۔ تبلیغ ساری زندگی کا کام ہے۔ اس میں جگہ اور وقت کی تخصیص نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جگہوں پر تبلیغ فرماتے رہے، کبھی مکہ میں کبھی منیٰ میں، کبھی طائف میں۔ حجۃ الوداع میں تبلیغ رسالت پر لوگوں کو گواہ بنا کر پوچھا :

ھل بلغت ؟

تمام لوگوں نے جواب دیا : بلیٰ۔ اس پر خدا کو گواہ بنا کر کہا :

اللھم اشھد۔

اور پھر فرمایا جو حاضر ہیں وہ دوسروں تک یہ بات پہونچا دیں۔

آخری وقت میں فرمایا :

الصلاۃ ؛ الصلاۃ وما ملکت ایمانکم۔

ایک امتی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے آخری دم تک تبلیغ کرتے رہنا چاہیے۔

بقیہ : اسرائیل اور اٹیم بم

میں بگاڑ پیدا کرنا ہے اور اسرائیل توسوویت عرب تعلقات میں کشیدگی پیدا کرنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔

عالمی رائے عامہ میں رونما ہونے والی تبدیلی کے، جو اسرائیل کے لیے سازگار نہیں ہے، پس منظر میں عربوں میں زبردست یکجہتی پیدا ہو رہی ہے۔ ایٹم بم کی باتوں سے عرب دنیا کو نہ تو خوفزدہ ہی کیا جا سکتا ہے اور نہ یکجہتی کے سلسلۂ عمل ہی کو روکا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسرائیل کے لیے اس کشیدگی کو دور کرنا بے حد دشوار ہوتا جا رہا ہے جو امریکہ کے ساتھ اس کے تعلقات میں شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

روزنامہ نیویارک ٹائمز رقمطراز ہے کہ واقعات کے پیش نظر اسرائیل اور امریکہ کے مابین ایک تباہ کن تصادم کے امکانات پیدا ہو چلے ہیں۔ امریکہ میں اعلیٰ سطح پر یہ سننے میں آ رہا ہے کہ اسرائیل سے متعلق تکلیف دہ فیصلے کرنے کا وقت آ گیا ہے کیونکہ اسرائیل کے ساتھ امریکہ کے تعلقات امریکیوں کے مفادات کی حدود سے تجاوز کر چکے ہیں

امریکہ کی نظر میں عرب ملکوں کو خوفزدہ کرنے والے ایک ملک کی حیثیت سے اسرائیل کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے اور امریکہ کے لیے اسرائیل کی سرپرستی نہ صرف یہ کہ بیکار اور بے حد مہنگی ثابت ہو رہی ہے بلکہ یہ امریکہ کی خارجہ پالیسی میں لچک پیدا کرنے کی راہ میں رکاوٹ بھی بن رہی ہے۔ اور سرمایہ دارانہ تعلقات کی نوعیہ خوبی ہے کہ ان کے تحت شکست خوردہ کی نسبت فاتح کی امداد و اعانت زیادہ خوشی کے ساتھ کی جاتی ہے۔

اگر اسرائیل نے اپنی "ایٹمی چال" ترک نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس کو مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اسرائیل کے لیے امریکی یہودیوں کی خیرات اور بے حساب فوجی امداد سے ہاتھ دھونا گوارا نہیں ہے اور وہ اس حقیقت سے بھی پوری طرح باخبر ہے کہ امریکہ کے اعلیٰ سیاسی اور فوجی حلقوں میں اسرائیل کی مخالفت کا رجحان بڑھ رہا ہے اور عربوں کی یکجہتی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عرب دنیا کے ردِّ عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عرب ممالک اسرائیل کے سیاسی اور فوجی بلیک میل کی مخالفت کا جو عزم رکھتے ہیں وہ اس کی اس چال سے متزلزل نہیں ہوا ہے۔

لیکن اسرائیل کی دیگر چالوں کے ساتھ ہی ساتھ اس کی یہ "ایٹمی چال" بھی امریکہ کے سلسلے میں کامیاب رہی ہے۔ ورنہ عربوں کے خلاف امریکہ کی غیر متوقع دھمکیوں اور امریکی بحریہ کی نقل و حرکت کے ساتھ ہی رونما ہونے والے واقعات کے سلسلے میں اسرائیل کے اظہارِ اطمینان کی کیا توجیہہ پیش کی جا سکتی ہے۔

مشرق و مغرب کی سیاست

مرسلہ: احمد حسین کمال

اسرائیل اور ایٹم بم

سکون قلب کے لیے اسرائیل کو ایک اور جنگ کی ضرورت ہے۔ یہ بعید العقل تصور اسرائیل میں ہیضے کی وبا کی شکل اختیار کر گیا ہے جو بڑی تیزی سے پھیلتی ہے اور انتہائی ہلاکت خیز ثابت ہوتی ہے۔ آجکل اسرائیل میں اس قسم کی باتیں سننے میں نہیں آتیں کہ جنگ ہوگی یا نہیں بلکہ عام طور پر یہ سننے میں آتا ہے کہ جنگ کب شروع ہوگی۔ کیا سبب ہے کہ اب اسرائیل کے لیے جنگ اتنی پرکشش معلوم ہوتی ہے۔

"جنگ اکتوبر" میں اسرائیل کو جنگی نقصان (۳۰ ارب ڈالر) اٹھانا پڑا وہ امریکہ نے فوراً ہی پورا کر دیا تھا۔ لیکن اس جنگ سے صیہونیت کے وقار کو جو صدمہ پہنچا اس کی تلافی کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ اس انتہائی پیچیدہ صورت حال میں جو لوگ اسرائیل کے لیے راہِ عمل کا تعین کر رہے ہیں انہوں نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ صیہونیت کے پیروؤں کی تعداد مسلسل کم ہوتی جا رہی ہے۔ صیہونیت کے سیاسی نظریاتی مقاصد سے اقتصادی مقاصد کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ فوجی مشین ایک ایسا دیو ثابت ہو رہی ہے کہ انسانی زندگیاں اور وسائل اس کا کھاجا بنتے جا رہے ہیں۔ امریکہ اور دیگر ممالک میں آباد یہودی صیہونیت کی مالی اور اخلاقی امداد و حمائت کے نام پر اسرائیل کے تقاضوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ اسرائیل اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی کے آثار پیدا ہو چلے ہیں۔

یہ حقیقت بالکل عیاں ہو چکی ہے کہ صیہونیت نے اسرائیل کو سیاسی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے اس مقام پر لا کر چھوڑ دیا ہے جہاں وہ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کی کشمکش میں مبتلا ہے اور اب اپنی خام خیالیوں، غلطیوں اور فہم جوئی کی مجموعی قیمت ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

اسرائیل کو اپنی خام خیالیوں، غلطیوں اور فہم جوئی کی قیمت ادا کرنے، اپنی شکست اور ناکامیوں کا داغ دھونے اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے ایک اور جنگ کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کے لیے آجکل ایک مکمل جنگ کا ذکر بہت ضروری ہے۔ کیونکہ وہ جنگ کی باتوں سے بھی سیاسی اور اقتصادی فائدے حاصل کر رہا ہے۔ اور ان باتوں کو مزید ڈرامائی بنانے اور اپنے بیرونِ ملک حامیوں اور اپنے پرانے ساتھی امریکہ اور عرب دنیا کو بلیک میل کرنے کے لیے اسرائیل نے ایٹمی قوت ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "ایٹم بم" نامی کاروائی ایک سوچے سمجھے منصوبے کا نتیجہ ہے۔ اسرائیلی صدر افراہیم کاتزر کے اس اعلان کے بعد کہ "اسرائیل ایٹم بم بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے"، صحافیوں کو پہلی بار ایٹمی ری ایکٹر اور دیگر سیاسی مراکز دکھائے گئے اور وزارتِ دفاع میں ایٹمی طبیعات کے ماہروں کا تقرر کیا گیا اور ان کو شہرت دی گئی۔

یہ بات بعید القیاس ہے کہ اسرائیل ایٹم بم بنا لینے کے باوجود اس کو استعمال بھی کر سکے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اسرائیلی ایٹم بم کے دھماکے کا اثر عالمی عوام کے غم و غصے کے طوفان کی شدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ثابت ہوگا۔

اگر ایسا ہے تو اسرائیل اس کشیدہ صورت حال میں ایٹم بم کا خطرناک راگ کیوں الاپ رہا ہے۔

ایٹم بم کا شوشہ چھوڑ کر اسرائیلی صیہونیت کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟ اس راز سے بیرونی اخبارات نے پردہ اٹھایا ہے۔ برطانیہ کے ہفت روزہ اخبار "نیو سائنٹسٹ" نے لکھا ہے کہ اسرائیل ایٹمی ہتھیاروں کی باتیں کر کے سب سے پہلے امریکہ کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل امریکہ کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ نہ تو ہتھیاروں کی ترسیل کا سلسلہ بند کرے اور نہ اپنے ملک میں اسرائیل کے لیے کروڑوں ڈالر کی امداد جمع کرنے کی راہ میں روڑے اٹکائے ورنہ وہ مجبوراً . . .

. . . . . .

اسرائیلی صیہونیوں نے تل ابیب میں یہ بات اشارتاً کہی: "امریکہ کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اسرائیل کے ایک ایٹمی قوت بن جانے کے بعد بین الاقوامی مفاہمت کی قسمت کا انحصار یروشلم کے موڈ پر ہوگا۔" اسرائیل کو امداد دینے پر امریکہ کی رضامندی کی من مانی توضیح کرتے ہوئے تل ابیب تیسری عالمی جنگ کی دھمکی دینے سے بھی گریزاں نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ چونکہ سوویت یونین نے ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے کے معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں اس لیے عربوں کے لیے اسرائیل کے ایک ایٹمی قوت بن جانے کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس قسم کی باتوں کا واحد مقصد سوویت یونین اور عربوں کے تعلقات

باقی صـ ۶ پر

محمد یوسف ولی اللٰہی

سی۔ آئی۔ اے۔ اور۔ کِردار کُشی

ترکیہ کی جُرأت رندانہ • غیر ملکی قرضوں کا بار گراں

امریکی ادارہ جاسوسی، سی آئی اے اس قدر بدنام ہو چکا ہے کہ امریکی سینیٹ کی ایک تحقیقاتی کمیٹی اس کے خلاف چھان بین کر رہی ہے اور اس کی خفیہ سرگرمیوں کا جائزہ لے رہی ہے یہ وہ ادارہ ہے جس نے ہر ذلیل ترین حربہ سامراج دشمن قوتوں کے خلاف استعمال کیا ہے۔

چنانچہ حال ہی میں امریکی رسالہ "نیوز ویک" کے مطابق اس بدنام ترین اور رسوائے زمانہ ادارہ کے خلاف سینیٹ کی تحقیقاتی کمیٹی کی کارروائی کے دوران یہ انکشاف ہوا کہ جہاں یہ ادارہ ۲۵ غیر ملکی شخصیتوں کے قتل کی وارداتوں میں ملوث رہا ہے وہاں اس نے ان مشاہیر کی کردار کشی جیسا ذلیل ترین حربہ بھی اختیار کرنے سے گریز نہیں کیا۔

چنانچہ سابق صدر سوئیکارنو مرحوم کی کردار کشی کے لیے سی آئی اے نے ایک دفعہ ان کی ہو بہو شکل و شباہت سے حامل ایک شخص پر جنسی اختلاط کے مناظر فلما کر ان کی کردار کشی کی ناکام کوشش کی ــــ مزید ایک شخص کو کرائے پر حاصل کیا گیا جس کی شکل سوئیکارنو مرحوم سے بہت حد تک مشابہ تھی۔ اس کی پلاسٹک سرجری کرائی گئی۔ حتیٰ کہ وہ سوئیکارنو نظر آنے لگا۔ پھر اس پر بلیو پرنٹ (فلم) بنائی گئی۔

◉

چند دن ہوئے ترکی حکومت نے امریکہ کو یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے ایک ماہ کے اندر اندر ترکی اسلحہ کی فراہمی بحال نہ کی اور ترکی کے اندر ترکی امریکی مشترکہ فوجی اڈوں کے مستقبل کے بارے میں باہمی مذاکرات نہ کیے تو امریکی فوجی اڈوں کو بند کر دیا جائے گا۔

ترکی کی اس جرأت رندانہ پر سیاسی مبصرین نے یہ پختہ خیال ظاہر کیا ہے کہ امریکہ نے اگر ترکیہ کی فوجی امداد بحال نہ کی، جو ۵ فروری کو ترک قبرص لڑائی کے دوران بند کر دی گئی تھی تو ترک حکومت فوجی اڈے بند کر دے گی۔

ذرا امریکی بے حسی اور سنگ دلی پر غور کیجیے کہ ترکی نے تو اپنی سلامتی کے لیے ایک عظیم خطرہ مول لیتے ہوئے امریکی فوجی اڈوں کے قیام کی اجازت دے رکھی ہے، لیکن امریکہ نے ترکی کی فوجی امداد ہی بند کر دی۔

دراصل امریکہ کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں غیر مسلموں کو باوجود ان کے متشدد و ظالم ہونے کے ترجیح دیتا رہا ہے۔ خواہ وہ عرب مسلمانوں کے مقابلے میں یہودی ہوں، ترک مسلمانوں کے مقابلے میں قبرصی عیسائی ہوں یا پاکستانی مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو ہوں۔

قبرص میں ترکی نے مسلمان ترک قبرصیوں کو قتل و غارت گری، ظلم و تشدد بلکہ نسل کشی سے محفوظ رکھنے کے لیے فوجی مداخلت کی تھی، لیکن دوسرا فریق باوجود ظالم و قاتل ہونے کے چونکہ عیسائی تھا۔ اس لیے امریکہ نے اس کی کھل کر حمایت کی اور ترکی کی فوجی امداد ہی بند کر دی، لیکن گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ترکی اب جاگ اٹھا ہے۔ وہ اپنا حق حاصل کر کے رہے گا۔ خواہ اس کے لیے اُسے کوئی بھی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ اسی لیے اس نے جُرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے امریکہ کو اس کے فوجی اڈے بند کرنے کی دھمکی دی ہے۔

پاکستان کو چاہیے کہ امریکہ کی اس پالیسی کی مذمت کرے۔

◉

ملک کی اقتصادی حالت موجودہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے بہت زیادہ تشویشناک ہو چکی ہے۔ اس سال کا وفاقی بجٹ ۱۳ ارب روپے کے غیر ملکی قرضوں کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے جو ہر باشعور شہری کے لیے باعث اضطراب بنا ہوا ہے کہ ہمارے ملک کی اقتصادیات میں بہت حد تک غیر ملکی قرضوں پر انحصار کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ہر شخص تقریباً ۴۰۰ روپے کا مقروض ہے۔

غالباً حکمران طبقہ کو اس بات کا بالکل احساس نہیں ہے کہ قرضوں کی ادائیگیوں کے سلسلے میں آئندہ نسلوں پر ایک بار گراں ڈالا جا رہا ہے۔ آخر یہ بار گراں کب اور کون اتارے

باقی صفحہ پر

ذاھد الراشدی

کچھ آزاد کشمیر کے بارے میں!

علاقہ تھب تحصیل باغ، آزاد کشمیر کے جماعتی بزرگوں کے ارشاد پر ۲۳ جون کو وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ تھب کا علاقہ آزاد کشمیر کا مردم خیز خطہ ہے جہاں کے عوام کو دینی علوم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور لگاؤ ہے۔ چنانچہ اس خطہ میں قرآن وحدیث کے علوم سے بہرہ ور حضرات کی ایک معتدبہ تعداد موجود ہے اور اب بھی دینی تعلیم کا عمومی رجحان موجود ہے۔

۲۳ جون کو تھب کی مرکزی جامع مسجد میں سالانہ جلسہ تھا جس سے راقم الحروف کے علاوہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب خیاری، حضرت مولانا امیر الزمان خان نعمان پورہ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین صاحب تھب۔ حضرت مولانا شفیع اللہ شاہ باغ، حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب دیول، حضرت مولانا محمد اظہر صاحب بکوٹ شریف، راجہ محمد سبیل خان ممبر آزاد کشمیر اسمبلی اور دوسرے حضرات نے خطاب کیا۔ اور بعد میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی یادگار کے طور پر جامع مسجد تھب میں امداد العلوم کے نام سے دینی مدرسہ کے آغاز کا اعلان کیا گیا۔

راقم الحروف نے علاقہ کے دین دار مسلمانوں خصوصاً علماء کرام کو اس طرف متوجہ کیا کہ انہیں عملی سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھنے کی بجائے اسے اپنانا چاہیے، کیونکہ ظلم وجبر کے نظام کی مخالفت اور دین حق کے اعلاء واجراء کی جدوجہد کرنا علماء کرام کا دینی و ملی فرض ہے اور علماء کرام ہی کی سیاسی قیادت عوام کے مسائل کو مخلصانہ طور پر حل کر سکتی ہے۔ دراصل آزاد کشمیر کے علماء کرام نے شروع ہی سے سیاسی مسائل میں عوام کی نمائندگی و رہنمائی کی ہے۔ ان کی ایک تنظیم "جمعیۃ علماء آزاد کشمیر" کے نام سے تیس ۳۰ سال سے سیاسی و مذہبی میدان میں سرگرم عمل ہے اور ان کی مسلسل محنت ہی کا ثمرہ ہے کہ آزاد کشمیر میں عائلی قوانین کا نفاذ نہیں ہو سکا۔ محکمہ قضا پوری ریاست میں شرعی قوانین کے نفاذ کی ذمہ داریوں سے ایک حد تک عہدہ برآ ہو رہا ہے اور سردار عبدالقیوم سمیت سابق حکمرانوں کو متعدد اسلامی اصلاحات نافذ کرنا پڑیں، لیکن ایک بنیادی اور ناگزیر حقیقت سے صرف نظر کے باعث آزاد کشمیر کے علماء کرام وسیع اور فیصلہ کن اثر و رسوخ رکھنے کے باوجود آزاد کشمیر کی سیاسی قیادت میں اپنا صحیح مقام حاصل نہیں کر سکے، جس کے نتائج دینی سیاست کے مستقبل کو اس خطہ میں (خاکم بدہن) مخدوش بنا سکتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگ علماء کرام نے سیاسی میدان میں قربانی اور محنت کی ذمہ داریاں تو خود سنبھالے رکھیں، لیکن عملی قیادت و سیاست کا پھل دوسروں کی جھولی میں ڈالتے رہے اور مخصوص قبائلی مصلحتوں کے خول سے خود کو باہر نہ نکال سکے اور اگر یہ کہا جائے کہ قبائلی سیاست کے سرداروں نے ان بزرگ علماء کرام کی محنت، خلوص اور قربانیوں کا استحصال کر کے اب تک اپنی دکانیں چمکائی ہیں تو شاید یہ بے جا نہ ہو۔ حتیٰ کہ سدھن قبیلہ سے تعلق رکھنے والے بزرگ عالم دین شیخ الحدیث جناب حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب بھی آج تمام اجتماعی تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے سدھن برادری کے سردار محمد ابراہیم خان کے جلوس میں سیاسی پیش قدمی پر مجبور ہوئے اور اب آزاد کشمیر اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد سردار ابراہیم کی معیت کے تمام تقاضے انہیں پورے کرنا پڑ رہے ہیں۔ الغرض سیاسی جدوجہد میں صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود سیاسی قیادت کو اپنے ہاتھ میں لینے میں ہچکچاہٹ کے طرز عمل نے آزاد کشمیر کے علماء کو عجیب گومگو اور مخمصہ کی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے اور دوسری طرف دینی سیاست کے محاذ کو خالی دیکھ کر دیگر جماعتیں آزاد کشمیر میں دھیرے دھیرے اپنے اثرات کا دائرہ وسیع کر رہی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر راقم الحروف نے تھب کے جلسہ کے موقع پر ان بزرگ علماء کرام سے گذارش کی اور اب بھی یہی

استدعا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کسی خطرہ اور مصلحت کو خاطر میں لائے بغیر دینی سیاست کے محاذ کو سنبھالیں، کیونکہ آزاد کشمیر کا دینی مستقبل آپ سے وابستہ ہے۔ ریاستی عوام کے دینی رجحانات کو الحاد و دہریت کے اس دور میں اسی صورت میں دوام بخشا جا سکتا ہے کہ ان کی فکری و عملی زمام کار علماء کرام کے ہاتھ ہو۔ اس لیے اس صورت حال کو کنٹرول کرنا آپ کا ملی و شرعی فریضہ ہے۔

علماء کرام سے اس مؤدبانہ گذارش کے بعد آزاد کشمیر کے سیاسی بحران کے بارے میں بھی کچھ بات ہو جائے۔ یہ بحران جسے سیاسی آثار کہنا زیادہ موزوں ہوگا اس وقت شروع ہوا تھا جب مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے ارکان اسمبلی کو ورغلا کر ان کے سہارے آزاد کشمیر میں پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس کے بعد "ضمیروں" کی خرید و فروخت کا بازار گرم رہا تا آنکہ سردار عبدالقیوم خان کو عدم اعتماد کی ایک نام نہاد تحریک کے ذریعہ فیڈرل فورس کی سنگینوں کے سائے میں اقتدار سے الگ کر دیا گیا۔ پھر سردار صاحب اور ان کی جماعت کے لیے انتخابات میں حصہ لینے کے تمام شریفانہ راستے بند کر کے انہیں بائیکاٹ پر مجبور کر دیا گیا اور کشمیری سیاست میں سردار عبدالقیوم کے حریفوں نے سردار عبدالقیوم کو سیاسی شکست دینے کے نشہ میں پ۔پ۔پ کی اس حد تک ناز برداری کی کہ آج اس کے نتیجہ میں وہ خود پٹخنیاں کھا رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی جس نے اپنے "مخصوص ذرائع" سے ہم کے ایوان میں ۲۴ نشستیں "وصول" کر لی ہیں، اب سردار ابراہیم کی مسلم کانفرنس، کے۔ایچ خورشید کی لبریشن لیگ اور چوہدری نور حسین کی آزاد مسلم کانفرنس پر مشتمل متحدہ محاذ کو قبول کرنے سے انکاری ہے۔ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کا دعویٰ ہے کہ ان کی پارٹی کو اسمبلی میں قطعی اکثریت حاصل ہے۔ اس لیے حکومت بنانا اس کا حق ہے۔ اور کے ایچ خورشید کا کہنا ہے کہ الیکشن متحدہ محاذ نے جیتا ہے۔ اس لیے حکومت مشترک ہوگی۔ ادھر خود پ۔پ۔پ کے رہنماؤں میں وزارت کے لیے رسہ کشی جاری ہے۔ علی جان شاہ فرماتے ہیں کہ ریاست میں پیپلز پارٹی کی بنیاد انہوں نے رکھی، اس لیے وزارت اعلیٰ ان کا حق ہے۔ ممتاز راٹھور کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ قربانیاں انہوں نے دی ہیں اس لیے وہ وزارت اعلےٰ کے صحیح مستحق ہیں۔ منظر مسعود صاحب کا دعویٰ ہے کہ سردار عبدالقیوم خان کو چاروں شانے چت کرنے میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے، اس لیے یہ منصب انہیں ملنا چاہیے۔ اور خان عبدالحمید خان پارٹی کے صدر اور "مضبوط مرکزی وزیر داخلہ" خان عبدالقیوم خان کے بھائی ہونے کے ناطے سے وزارت اعلیٰ کے "اصلی تے وڈے" حق دار ہونے کا دعویٰ دار ہیں۔ ان کے علاوہ مشترک حکومت کی صورت میں کے ایچ خورشید وزارت اعلیٰ سے کم کسی بات پر راضی ہونے کو تیار نہیں اور شاید یہ منصب نہ ملنے پر وہ اپوزیشن کی بنچوں پر بیٹھنے کو ترجیح دیں۔

یہ رسہ کشی ان دنوں عروج پر ہے۔ اسمبلی کے دو اجلاس اب تک اس افراتفری میں ملتوی ہو چکے ہیں۔ اب سنا ہے کہ ۲۷، جون کو بھٹو صاحب آزاد کشمیر کے ارکان اسمبلی سے ملیں گے اور ۲۸ جون کو:

ع: جسے پیا چاہے وہی ہے سہاگن

کے مصداق بارگاہ عالی میں باریاب ہونے والے کسی رکن اسمبلی کو وزیر اعلیٰ منتخب کر لیا جائے گا۔ اور یہ ہوگا اس ڈرامے کا "ڈراپ سین" جسے بقول شخصے بھٹو صاحب کے "بحرانوں کے عشق" نے آزاد کشمیر کے سیاسی افق پر سٹیج کر رکھا ہے۔

بقیہ: سی۔آئی۔اے۔

گا؟ یہ حکمران طبقہ تو جلد یا بدیر رخصت ہو جائے گا۔ یہ مصائب تو آنے والی نسلوں کو بھگتنے پڑیں گی۔ مشکلات تو ان کو پیش آئیں گی۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ حکمران ٹولہ میں غیر ملکی قرضے حاصل کرنے کے سلسلے میں فی الحال وقت کٹی کی ذہنیت کار فرما ہو گئی ہے اور یہ سوچ اور فکر پیدا ہو چکی ہے کہ قرضوں کی ادائیگیوں کے سلسلہ میں آئندہ نسلیں جانیں اور ان کا کام۔ ہم تو فی الحال مزے اڑائیں اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں۔

یہ سوچ اور ذہنیت اس قدر خود غرضانہ بلکہ ظالمانہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نئی نسل کے ساتھ اور کوئی زیادتی یا ظلم نہیں کیا جا سکتا، کہ ملک و قوم اور آئندہ آنے والی نسلوں کو غیر ملکی قرضوں کے لمبے اور گہرے سایوں میں بے دریغ پھینکا جا رہا ہے، جب کہ ملک پہلے ہی غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے اور اس پر مزید سود کا اضافہ ہو رہا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے قلم سے

سفرنامہ شیخ الہندؒ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کا سفرنامہ حجاز و مصر نیز اسارت مالٹا کی ولولہ انگیز روداد، حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد آزادی کی ایمان افروز سرگزشت، اسیرانِ مالٹا کے صبر و ثبات اور عزم و استقلال کی زندہ جاوید داستان، شیخ الہندؒ کی انقلاب آفریں شخصیت اور حریت دین و وطن کا مستند تذکرہ، تاریخ آزادی برصغیر کا درخشاں باب، اسلامی سیاست و فراست و عزیمت و استقامت کا عظیم شاہکار مرقع

مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور

مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا نام بچپن سے سنتا چلا آرہا تھا۔ ان کے علم وفضل اور مجاہدانہ کارناموں کا ذکر لوگ بڑے جوش وخروش سے کرتے تھے اور ان کو سن سن کر دل میں جذبہ اور ولولہ اٹھتا تھا کہ اے کاش مولانا اس زندگی میں کہیں مل جائیں اور آنکھیں ان کے دیدار سے شادکام ہوں۔ آخر خدا نے دل کی یہ مراد پوری کی اور ۱۹۳۹ء میں اچانک سنا کہ مولانا ۳۰ برس کی جلاوطنی کے بعد ہندوستان تشریف لارہے ہیں اور جہاز سے کراچی اتر کر سیدھے دلی تشریف لائیں گے۔ اب ایک ایک گھڑی گننی شروع کردی اور مولانا کی آمد کا سخت بے چینی سے انتظار ہونے لگا۔ آخر وہ دن بھی آگیا ہم سب لوگ مولانا کے استقبال کے لیے دلی اسٹیشن پر پہونچے۔ علماء اور ملک کے زعماء جس طرح رہتے تھے اس کے پیش نظر میں نے اس وقت مولانا کی نسبت جو تخیل قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ عمامہ سر پہ ہوگا۔ جبہ زیب تن ہوگا۔ فرسٹ کلاس میں سفر کررہے ہوں گے ایک خادم کم از کم ہمراہ ہوگا۔ دو تین بھاری بھاری سوٹ کیس، ایک بھاری بیڈنگ، دو تین تھرماس کی بوتلیں، تین چار بھاری ناشتہ دان ساتھ ہوں گے۔ چہرے پر تمکنت اور وقار ہوگا، لیکن جب ٹرین پہونچی تو یہ تمام تخیلات اوہام باطلہ ثابت ہوکر رہ گئے۔

لوگ پلیٹ فارم پر ادھر ادھر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے درجوں میں گھورتے پھر رہے ہیں کہ اتنے میں دیکھا، ایک صاحب ننگے سر، صرف کھدر کا کرتہ اور پاجامہ پہنے اور ایک سفید کھدر کی چادر گلے میں ڈالے ہوئے ایک دم میں تھرڈ کلاس سے پھدک کر پلیٹ فارم پر آکھڑے ہوتے۔ پہچاننے والوں نے پہچانا اور ان کی طرف لپکنا شروع کردیا۔ معلوم ہوا کہ یہی مولانا عبیداللہ سندھیؒ ہیں۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ عمر ۶۵ اور ۷۰ سال کے درمیان ہوگی۔ مگر جسم مضبوط اور ٹھکا ہوا، آنکھوں میں غیر معمولی چمک، پیشانی پر مجاہدانہ عزم وہمت کے کس بل، آواز میں طنطنہ اور چہرے پر بزرگانہ معصومیت کے ساتھ ایک ایسا جلال کہ گویا ایک سپاہی میدان جنگ سے منتقل ہوکر ایک دوسرے میدان جنگ کی طرف آگیا اور اس نے ایک دوسرا اور نیا مورچہ سنبھال لیا ہے۔

لوگوں کو تلاش ہوئی کہ مولانا کا سامان آئے مگر وہاں سامان کہاں تھا جو کچھ مولانا کے جسم پر تھا بس وہی ان کا سامان تھا اور باقی خدا کا نام۔ میں نے دنیا میں علماء بھی دیکھے ہیں اور درویش بھی، تارکین دنیا بھی دیکھے اور کسانوں اور مزدوروں کے غم میں مرنے والے بھی، لیکن دنیا اور اس کی چیزوں سے اس درجہ بے تعلقی، بے نیازی اور مکمل قسم کا قلندر آج تک نہ کوئی دیکھا ہے اور نہ شاید دیکھوں گا۔ دلی پہونچنے کے بعد مولانا نے ابتداءً قیام جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مہمان خانہ واقع قرول باغ میں کیا تھا۔ یہ جگہ میرے پڑوس میں تھی۔ اس لیے مغرب کے بعد اکثر مولانا کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی۔ ایک روز میں مولانا کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوا۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی۔ جب میں رخصت ہوا تو مولانا بھی ساتھ باتیں کرتے ہوئے کمرہ سے نکل آئے اور سڑک پر کھڑے ہوکر باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک موٹر کار ہمارے پاس آکر رکی۔ موٹر کار کا دروازہ کھلا تو اس میں سے کراچی کے سیٹھ عبداللہ ہارون باہر نکلے، انہوں نے مولانا کو سلام کیا اور کہا کہ مولانا کراچی میں ایک ضروری کام ہے جس کے لیے آپ کو میرے ساتھ کراچی چلنا ہوگا۔ مولانا نے پوچھا "کب"؟ سیٹھ نے کہا "بس ابھی"۔ سیٹھ صاحب کا یہ کہنا تھا کہ مولانا فوراً لپک کر ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔ نہ کمرہ میں واپس گئے اور نہ وہاں سے کوئی چیز لی۔ اور نہ کمرے کا دروازہ بند کیا۔ میں ان کے اس انداز پر بہت حیران ہوا، مگر واقعہ یہ ہے کہ مولانا اگر کمرہ میں واپس جاتے بھی تو لیتے کیا۔ وہاں ان کا سامان تھا ہی کیا۔ وہاں جو بستر پڑا ہوا تھا یا کچھ برتن تھے تو وہ جامعہ کے مہمان خانے کے تھے۔ مولانا کا کچھ نہ تھا۔

قرول باغ کے مہمان خانہ میں چند روز قیام فرمانے کے بعد مولانا جامعہ نگر اوکھلا میں منتقل ہوگئے۔

اس زمانے میں مولانا کا معمول یہ تھا کہ جمعہ کی نماز پابندی کے ساتھ اوکھلے سے آکر دلی کی جامع مسجد

میں ادا کرتے تھے۔ جامع مسجد کے مغرب میں حکیم نابینا کا مشہور مطب تھا اور اس مطب سے بالکل متصل ہمارے ایک دوست مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کا بڑا مکان تھا جس کے ایک وسیع کمرہ میں ادارۂ شرقیہ کے نام سے مولانا موصوف نے ایک تعلیمی ادارہ قائم کر رکھا تھا اس ادارۂ شرقیہ میں جمعہ کی نماز کے بعد سے لے کر عصر تک احباب کا اچھا خاصا اجتماع رہتا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ بھی جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھے یہیں تشریف لاتے تھے اور عصر تک رہتے تھے۔ چند روز کے بعد ہم لوگوں کی درخواست پر مولانا نے اس مجلس میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کر دیا۔ درس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ کتاب کی کوئی اہم بحث نکال لی اور اس پر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کے ختم ہونے کے بعد ہم لوگ سوالات کرتے تھے اور مولانا ان کے جوابات دیتے تھے۔ اس مجلس میں دیوبند کے فضلاء جو دلّی میں مقیم تھے، وہ اور ان کے علاوہ جامعہ ملیہ کے کچھ اساتذہ اور چند ارباب علم شریک ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ کیا ہوا؟ مولانا سندھیؒ حسب معمول اوکھلے سے دلی آتے۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور پھر ادارۂ شرقیہ میں تشریف لاکر حسب معمول حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیا۔ اس وقت چہرہ پر نہ تکان کا کوئی اثر تھا اور نہ آواز میں کسی قسم کا اضمحلال اور ضعف۔ کمال بشاشت اور توانائی سے تقریر کی اور اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا تو اس میں بھی پوری توجہ اور حاضر حواسی کے ساتھ حصہ لیا۔

اتنے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو ہم سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد مولانا رخصت ہو گئے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد کسی ضرورت سے چتلی قبر کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا ایک بھٹیارہ کے دکان پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ کھانا بھی بہت معمولی۔ یعنی دو آنے کا سالن ایک آنہ کی روٹی۔ میں نے کہا حضرت! یہ بے وقت کھانا کیسا؟ "فرمایا" اوکھلے میں کھانا تیار نہ تھا۔ اگر انتظار کرتا تو جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس لیے کھانا کھائے بغیر ہی چلا آیا تھا۔"

یہ تو خیر ہوا ہی۔ اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس واقعہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یہ گرمیوں کے کسی مہینہ میں پیش آیا تھا اور چونکہ مولانا کے پاس اوکھلے اور دلّی کی آمد و رفت کا بس کا کرایہ ادا کرنے کے لیے پیسے نہ تھے۔ اس لیے اس روز مولانا سخت تپش اور گرمی کے عالم میں اوکھلے سے دلّی پاپیادہ آئے اور اسی طرح پاپیادہ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے متعلق بھی مولانا نے نہ از خود ہم سے کچھ کہا اور نہ چہرہ دیکھ کر کوئی سمجھ سکا بلکہ جامع نگر کے ایک صاحب نے جو بس میں سفر کر رہے تھے مولانا کو پیدل آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ان سے جب مجھ کو یہ معلوم ہوا تو میں نے مولانا سے دریافت کیا اور مولانا نے اس کی تصدیق کی، تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چونکہ اس روز مولانا کو پیدل آنا تھا، اس لیے اوکھلے سے ان کو بہت پہلے روانہ ہونا تھا اور چونکہ اس وقت تک کھانا تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لیے دلّی میں عصر کے بعد کھانا کھایا۔ اور چونکہ جیب میں صرف تین آنے پیسے تھے جو بس کے کرایہ کے لیے کافی نہیں ہو سکتے تھے، اس لیے ان پیسوں سے کھانا کھایا اور اوکھلے سے دلّی تک کا سفر پیدل کیا۔

ایک مرتبہ میری موجودگی میں مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے مولانا سے پوچھا حضرت! آپ نے اپنی زندگی میں کبھی نوکر بھی رکھا ہے؟ حسب عادت ـــــ بپھر کر بولے "مفتی جی! آپ یہ کیا پوچھتے ہیں؟ کیا کوئی انسان بھی کسی انسان کا نوکر ہو سکتا ہے؟ ہاں ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے میری خدمت بھی میرے دوست احباب کرتے تھے اور میں ان کی خدمت کرتا تھا۔"

اسی نشست میں مفتی صاحب نے پوچھا "حضرت تیس برس کی جلاوطنی کے زمانے میں آپ پر عیش و مسرت کے بھی کچھ دن آئے ہیں؟"

فرمایا: "مفتی صاحب! یقین کیجیے کہ اس پوری مدت میں ایک شب بھی ایسی نہیں آئی ہے جس میں چین اور آرام سے میں سویا ہوں۔ ہندوستان پہونچنے پر تیس برس کے بعد میں پہلی مرتبہ سکون کی نیند سو سکا ہوں۔"

مولانا ہمیشہ ننگے سر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں اور مولانا دلی کی جامع مسجد کے جنوبی دروازہ کے نیچے کھڑے ہوئے تھے کہ میں پوچھ بیٹھا: مولانا! آپ ہمیشہ ننگے سر رہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

فوراً لال قلعہ کی طرف اشارہ کر کے کچھ غصہ اور کچھ حسرت کے ملے جلے لہجہ کے ساتھ فرمایا "میری ٹوپی تو اس دن سر سے اتر گئی جس دن کہ یہ لال قلعہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اب جب تک یہ مجھ کو واپس نہیں مل جاتا میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ میں ٹوپی سر پر رکھوں۔"

مولانا کافی عمر رسیدہ تھے۔ عمر کا بڑا حصہ جلاوطنی کی تکالیف اور مصائب میں بسر کیا تھا۔ اور بے زر اور سرمایہ تھے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ کی روشنی میں انہوں نے اس پر مسلسل غور و فکر کیا تھا کہ اسلام کو دنیا کے موجودہ اقتصادی، سماجی اور سیاسی حالات میں کس طرح ایک عالمگیر طاقت بنایا جائے جس کا کہ وہ دین فطرت ہونے کے باعث بجا طور پر مستحق ہے اور جو اس کا طبعی حق ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے اسلام کے اجتماعی، اقتصادی اور سماجی نظام کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا تھا اور دوسری جانب انہوں نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل

میں جو دنیا میں عظیم الشان صنعتی انقلاب ہوا اور اس انقلاب کے جو اثرات انسانی فکر و تخیل اور عام معاشرہ پر پڑ رہے ہیں ان سب کا دیدہ وری اور عمیق بصیرت کے ساتھ جائزہ لیا تھا اور انہوں نے ایک نتیجہ پر پہنچ کر اپنا ایک مستقل فکر قائم کیا تھا۔ مولانا کا یہ فکر بڑا مستحکم اور غیر متزلزل تھا اور اس پر ان کو کامل درجہ کا وثوق اور اعتماد تھا۔ جلا وطنی سے واپسی کے بعد ان کی زندگی کا سب سے بڑا اہم اور مقدس مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کے اس فکر کو سمجھیں اور اس کی بنیاد پر سوسائٹی کی از سر نو تشکیل و تعمیر کریں۔

چنانچہ انہوں نے وطن آنے کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں جو مقالات اور مضامین لکھے اور جو رسالے تالیف کیے ان کے عمق اور ضخامت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اپنی فکر کو عام کرنے اور اپنے ہم خیال پیدا کرنے کی کیسی دھن تھی، لیکن افسوس کہ مولانا کو اس میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مولانا جتنے بڑے مفکر اور مخلص تھے اتنے بڑے نہ تو مقرر تھے اور نہ اتنے بڑے انشاء پرداز۔ بات بہت گہری اور پتے کی کہتے تھے، مگر انداز بیان کچھ ایسا گنجلک اور اشتباہ انگیز ہوتا تھا کہ بعض اچھے اچھے علماء اور مفکرین بھی ان سے بدظن ہو جاتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فکر میں اس درجہ پختہ تھے کہ کسی مسئلہ پر بحث و گفتگو کے وقت ان کا لہجہ درشت اور غیر مصالحانہ ہو جاتا تھا۔ مولانا خود بھی کبھی کبھی اس کا اعتراف کرتے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی بڑی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ میں کسی طرح ان سے سبقاً سبقاً حجۃ اللہ البالغہ پڑھ لوں اور پھر ان کے ارشادات کی روشنی میں حجۃ اللہ البالغہ کی شرح اپنے الفاظ میں لکھ ڈالوں۔ اس اہم کام کے لیے مجھ ایسے ہیچمداں کا مولانا کی نظر میں انتخاب میری سب سے بڑی خوش قسمتی تھا۔ اس بنا پر میرے لیے کیا عذر ہو سکتا تھا میں فوراً اس کے لیے آمادہ ہو گیا اور قرار داد یہ ہوئی کہ مولانا روزانہ مغرب کے بعد اوکھلے سے دلی آئیں گے اور مسجد فتح پوری کے ایک حجرہ میں شب بھر قیام کریں گے۔ ادھر میں عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے مکان قرول باغ سے مسجد فتح پوری میں آجاؤں گا اور وہاں مولانا مجھ کو دو تین گھنٹے درس دیں گے۔ دوسرے دن میں مولانا کی تقریر درس کو اپنے الفاظ میں قلمبند کر کے ان کو دکھا دوں گا۔ یہ قرار داد ہو چکی تھی اور ابھی اس پر عمل شروع نہیں ہوا تھا کہ مولانا کو پنجاب کا سفر پیش آگیا۔ فرمایا کہ ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، جلد واپس آجاؤں گا اور آتے ہی یہ پروگرام شروع ہو جائے گا۔ لیکن آہ! کسے خبر تھی کہ مولانا کا دلی سے یہ سفر آخری سفر تھا جس سے واپس آنا مقدر میں نہیں تھا۔ پنجاب اپنی صاحبزادی کے پاس گئے تھے جو لاہور میں تھیں۔ وہاں پہونچنے کے چند روز بعد ہی بیمار ہوتے اور اس قدر شدید کہ جانبری ممکن نہ ہوئی اور واصل بحق ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

تفسیر روح المعانی اور مرقات المفاتیح

تفسیر روح المعانی، عربی کامل، ۱۵ جلدیں، طباعت عکس مصری ہدیہ رعایتی غیر مجلد، کاغذ امی ٹیشن آرٹ /۵۲۵ روپے

کاغذ گلیز --- /۳۷۵ روپے

مرقات عربی شرح مشکوۃ کامل، ۱۱ جلدیں، طباعت جدید ٹائپ؛ کاغذ امی ٹیشن۔ ہدیہ غیر مجلد رعایتی ۴۰۰/- روپے

نوٹ:

اگر روح المعانی یا مرقات مجلد مطلوب ہو تو ۷/- روپے فی جلد مزید شامل فرمائیں۔ خرچہ ڈاک علاوہ ہوگا۔

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان شہر

زاہد الراشدی

علماء کا سیاست میں حصہ لینا کیوں ضروری ہے؟

آج کل ایک گمراہ کن غلطی عام طور پر ہمارے معاشرہ میں پائی جاتی ہے کہ علماء اسلام کو ملکی سیاسیات میں حصہ نہیں لینا چاہیے بلکہ مساجد میں بھی صرف نماز، روزہ اور حج وغیرہ عبادات و اخلاق ہی کی بات کرنی چاہیے اس کے علاوہ ملکی معاملات پر گفتگو کرنا اور عام لوگوں کے سیاسی مسائل میں دلچسپی لینا علماء کے لیے غیر ضروری بلکہ نامناسب ہے۔ یہ غلط فہمی سامراج اور اس کے آلہ کار افراد نے اتنے منظم طریقہ سے پھیلائی ہے کہ آج سامراجی نظام اس غلط فہمی کے سہارے مساجد و مدارس دینیہ میں سیاسیات کے تذکرہ کو روکنے کے لیے قانونی اقدامات کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حکومت کی طرف سے مساجد کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا عمل، مدارس کو قومیانے کی تجاویز اور وزیر مذہبی امور کی اس سلسلہ میں حالیہ تقریر انہی عزائم کی آئینہ دار ہیں۔ دریوں محسوس ہوتا ہے کہ سامراجی نظام یورپ کے عیسائی پادریوں کی طرح ملت اسلامیہ کے علماء کی سرگرمیوں کو بھی عبادات و اخلاق کے دائرہ میں محدود کرنے کی بتدریج مساعی میں مصروف ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس گمراہ کن نقطۂ نظر کا جائزہ لے کر عوام الناس کو اس کی فریب کاریوں سے آگاہ کریں اور یہ بتائیں کہ علماء اسلام کا سیاسیات میں حصہ لینا کیوں ضروری ہے؟

۱۔ سب سے پہلے اس امر کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ دین اسلام صرف عبادات و اخلاق کے کسی مجموعہ کا نام نہیں بلکہ اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے مکمل نظام حیات ہے۔ اور اجتماعی و انفرادی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں اسلامی تعلیمات کی افادیت و ضرورت سے انکار کرنا کفر ہے۔ عبادات و اخلاق دین اسلام کے شعبے ضرور ہیں لیکن صرف انہیں میں اسلام منحصر نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ اسلام نے نظام جہاد، نظام حکومت، نظام اقتصادیات اور نظام قانون بھی انسانیت کو دیا ہے اور ان نظاموں کو قبول کیے بغیر اسلام کا تصور بلاشبہ ناقص، ادھورا اور نامکمل رہے گا۔ مسلم معاشرہ میں ایک عادل اور صالح حکومت کا قیام اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رض نے یہ بہترین نظام نافذ کر کے اس کی حقانیت، ضرورت اور افادیت واضح کر دی ہے۔ مملکت اسلامیہ کے تمام شہریوں کے معاشی حقوق کی نگہداشت اور انہیں روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنا اسلامی حکومت کے اہم فرائض میں سے ہے جسے پورا کیے بغیر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، جرائم کے خاتمہ اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے اسلامی حدود و تعزیرات مثلاً زنا، شراب، قتل، ڈاکہ، چوری، ارتداد وغیرہ جرائم کی شرعی سزاؤں کا نفاذ ناگزیر ہے جس کے بغیر کوئی بھی حکومت اسلامی کہلانے کی حقدار نہیں ہو سکتی اور اس کے ساتھ کفر کی سرکوبی اور مسلمانوں میں ملی غیرت و حمیت برقرار رکھنے کے لیے نظام جہاد ضروری ہے اور اس کے بغیر اسلامی سطوت و شوکت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جو براہ راست قرآن و سنت سے ثابت اور مستفاد ہیں۔ اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح ضروریات دین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن و سنت کا علم رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے ان امور سے صرف نظر کرنا ناممکن ہے اور علم دین سے بہرہ ور کوئی بھی شخص عبادات و اخلاص کے ساتھ ساتھ حکومت، اقتصادیات، قانون اور جہاد جیسے اہم معاملات میں قوم کی صحیح اور مکمل راہ نمائی کیے بغیر اپنی ذمہ داریوں سے عند اللہ تعالیٰ و عند الناس عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس کے بعد اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ علماء اسلام نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کی بھرپور سیاسی راہنمائی کی ہے اور ملت اسلامیہ کی سیاسی تاریخ کا کوئی باب ایسا نہیں جو علماء کے عملی سیاست میں حصہ لینے کے مسئلہ میں خاموش ہو۔ علماء اسلام نے جہاں مسلم معاشرہ میں قرآن و سنت اور فقہ و تاریخ جیسے اسلامی علوم کی حفاظت و اشاعت کی ہے وہاں ملت اسلامیہ کو ظلم سے نجات دلانے اور نظام عدل و انصاف کے مکمل نفاذ اور مسلم حکومتوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بھی بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ تاریخ اسلام

اس قسم کے بے شمار واقعات و شواہد سے بھرپور ہے۔ مثلاً بات سمجھنے کے لیے حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جدوجہد کو سامنے رکھیے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت امام اعظم کو جیل میں شراب پلا کر شہید کر دیا گیا تھا۔ جرم کیا تھا؟ کیا حکومتِ وقت نے انہیں نماز روزہ، زکوٰۃ، حج یا عبادات و اخلاص کے کسی مسئلہ پر عمل کرنے سے روکا تھا؟ یقیناً ایسی بات نہیں تھی بلکہ مسئلہ صرف اتنا تھا کہ حکومت وقت انہیں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کی مسند پر بٹھا کر بے وقت اصلاح و ارشاد کے لیے ان کی مضبوط آواز کو خاموش کر دینا چاہتی تھی۔ مگر حضرت امام صاحب اس سیاسی خودکشی کے لیے تیار نہ تھے۔ بالآخر حضرت امام اعظمؒ نے زہر کا پیالہ تو پی لیا مگر سیاسی جدوجہد سے اپنے قدم پیچھے نہ ہٹائے

حضرت امامِ اعظم رح کے علاوہ حضرات تابعینؒ و تبع تابعین رح اور بعد کے ادوار میں حق و صداقت کی آواز بلند کر کے ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد کرنے والے علماء کرام کا سلسلہ اتنا طویل ہے کہ ان کے مختصر ذکر کے لیے بھی ایک مفصل کتاب درکار ہے۔ خصوصاً برصغیر پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ملت اسلامیہ کی سیاسی تاریخ علماء کرام کی جدوجہد ہی سے عبارت ہے اور علماء کرام کی جدوجہد کو نظر انداز کر کے برّصغیر میں ملتِ اسلامیہ کی سیاسی تاریخ کا ایک ورق بھی مکمل نہیں کیا جا سکتا۔

برّصغیر کے علماء اسلام نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت ملا جیونؒ کی طرح حکمرانوں کی اصلاح کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ حضرت امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی طرح فکر و نظر کے میدان میں سیاسی راہ نمائی کی ہے۔ حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ، حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، امیر المؤمنین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی طرح نظامِ حکومت کو ہاتھ میں لے کر اسلامی قوانین و اصلاحات کے نفاذ کی مساعی کی ہیں۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادیؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حافظ ضامن شہیدؒ، حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ، حضرت مولانا عنایت علی کاکوریؒ، حضرت مولانا عبدالجلیل شہیدؒ، علماء صادق پور، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت الشیخ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم حضرت مفتی کفائت اللہؒ، حضرت مولانا منصور انصاریؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ، حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی طرح ظلم و جبر اور کفر و الحاد کے نظام سے ٹکر لے کر قربانی و جہاد کی روایات تازہ کی ہیں۔ الغرض علماء اسلام خصوصاً برصغیر کے علماء کی سیاسی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ سیاسیات کا کوئی بھی شعبہ ان کی تگ و تاز سے محروم نہیں ہے۔ اور اس طرح علماء اسلام کا سیاسیات میں حصہ لینا ان کے ملی و دینی فریضہ کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے اسلاف و اکابر کی شاندار روایات کا اہم حصہ اور ان کا ورثہ بھی ہے جس سے علماء اسلام کسی صورت میں روگردانی نہیں کر سکتے۔

۳- فرنگی سامراج کے برّصغیر پر تسلط کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا جو تاریخی فتویٰ دیا تھا وہ فرنگی سامراج کے خلاف مسلمانوں کی جنگ آزادی کی بنیاد ہے۔ اس فتویٰ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

"دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست و حکم رؤسائے نصاریٰ بے دغدغہ جاری ست و مراد از اجراء احکام کفر اینست کہ در مقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارت و سیاسات قطاع الطریق و سراق و فصل خصوصیات و سزائے جنایات کفار بطور حاکم باشند۔"

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ مجتبائی)

ترجمہ:- یہاں رؤسائے نصاریٰ (عیسائی افسروں) کا حکم بلا دغدغہ اور بے دھڑک جاری ہے اور کفر کے احکام جاری اور نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری انتظامات رعیت، خراج باج، عشر و مالگذاری، اموال تجارت ڈاکوؤں اور چوروں کے انتظامات مقدمات کے تصفیہ، جرائم کی سزاؤں وغیرہ میں یہ لوگ بطور خود حاکم اور مختار مطلق ہیں۔"

گویا شاہ صاحب کے نزدیک فرنگی کے خلاف جہاد کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے سیاسیات (ملک داری و بندوبست رعایا)، اقتصادیات و معیشت (اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارت) اور قانون (سیاسیات قطاع الطریق و سراق و فصل خصومات و سزائے جنایات) کے معاملات میں مداخلت کر کے اپنا نظام نافذ کیا ہے۔ اس لیے اس کے خلاف جہاد فرض ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے اس تاریخ ساز فتویٰ میں جو جنگ آزادی کی بنیاد بنا۔ فرنگی کی حکومت کے ساتھ ساتھ اس کے ظالمانہ نظام کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے تو کیا فرنگی کی حکومت ہو جانے اور اس کی ظاہری غلامی سے نجات مل جانے کے ساتھ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ کے تمام تقاضے پورے ہو گئے ہیں؟ جب کہ ملک

میں ابھی تک فرنگی ہی کا سیاسی اقتصادی اور قانونی نظام نافذ ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ ابھی تک کہ شاہ عبدالعزیز رح کے فتویٰ کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ اس فتویٰ کی رو سے خالص اسلام کے نفاذ اور فرنگی نظام کے خلاف جدوجہد کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود فرنگی حکومت کے خلاف جہاد فرض تھا اور شاہ عبدالعزیز رح کی پارٹی جو یقیناً علماء اسلام کی پارٹی ہے اس وقت تک اپنے مشن میں کما حقہ کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک شاہ ولی اللہ کے فلسفہ "فک کل نظام" کے مطابق فرنگی کے سیاسی، اقتصادی، قانونی، معاشرتی اور تعلیمی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اس کے کھنڈرات پر اسلام کے عادلانہ نظام کی بلند و بالا اور مستحکم عمارت تعمیر نہیں کر لیتی۔

۴۔ اس ضمن میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ علماء اسلام اسلامی قانون کا نام لے کر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات پاکستان کے ایک سابق صدر نے بھی اپنی تصنیف میں لکھی ہے لیکن اگر اس مفروضے کو عقل کی ترازو پر تولا جائے تو یہ بالکل بے وزن ہو جاتا ہے۔ اولاً اس لیے کہ علماء کسی خاص نسل یا طبقے کا نام نہیں جس کی اجاداری سے خوف محسوس کیا جا سکے بلکہ قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم سے مَس رکھنے والا ہر شخص عالم دین ہے اور منطقی بات ہے کہ جب قرآن و حدیث کو اپنا راہ نما مانا جائے گا تو علماء کرام کی راہنمائی قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اور چونکہ قرآن و حدیث کا نظام علماء قرآن و حدیث کی راہ نمائی کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا اس لیے علماء کی راہ نمائی سے گریز عملاً خود قرآن و حدیث کے نظام سے گریز ہے جسے ملاّ کی اجارہ داری قبول کرنے سے انکار کے حسین غلاف میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ جن حضرات کو ملاّ کی اجارہ داری سے بہت زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ خود اپنا کچھ وقت صرف کر کے قرآن و حدیث و دیگر اسلامی علوم سے بہرہ ور ہوں اور یقین رکھیں کہ جب وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ملت اسلامیہ کی راہ نمائی کر سکیں تو علما کہلانے والے لوگ ان کی راہ نمائی بلکہ اجارہ داری تک کو قبول کر کے اسلامی نظام کی منزل کی طرف بڑھنے کے لیے تیار ہوں گے علماء کو اجارہ داری سے غرض نہیں آپ اپنی اجارہ داری قائم رکھئے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی علوم سے آپ بہرہ ور ہوں اور اگر آپ خود اسلامی علوم سے تعلق خاطر نہ رکھیں اور ان علوم کی مہارت رکھنے والے علماء کی راہ نمائی کو "ملاّ کی اجارہ داری" کا عنوان دے کر مسترد کرتے رہیں تو انصاف سے کہیے کہ آپ وطن عزیز میں اسلام کے عادلانہ نظام کو کس طرح نافذ کر سکیں گے؟ اور کیا آپ کے اس طرز عمل کو "ملا کی اجارہ داری سے انکار" کے نام سے براہ راست اسلامی نظام سے انکار قرار دینے میں کوئی منطقی قباحت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی ذہن رکھنے والے ملاّ کو سامنے رکھ کر اصول اسلام پر دبیز پردے ڈالنے کے درپے ہیں تاکہ: ؏

ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر — کہیں

۵۔ اس سلسلہ میں ایک اور بات جو کہی جا سکتی ہے اور بعض حلقوں سے اس کی صدا سنائی بھی دیتی ہے کہ بلاشک علماء کرام سیاسی، اقتصادی، قانونی، معاشرتی اور تعلیمی امور میں مسلمانوں کی راہ نمائی کرتے رہیں لیکن عملی طور پر سیاست میں حصہ نہ لیں کیونکہ اس طرح ان کی راہ نمائی ہمہ گیر نہیں رہے گی۔ ان کے مخالف سیاسی گروہ ان کی راہ نمائی قبول کرنے سے ہچکچائیں گے اور علماء سیاسی دھڑے بندیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ ایک حد تک بظاہر اس بات میں کچھ وزن محسوس ہوتا ہے لیکن جب ہم تجربات کی دنیا میں آتے ہیں تو تجربہ ہمیں یہی بتاتا ہے کہ علماء کرام کو اپنے مشن میں اسی دور میں کامیابی ملی ہے جب انہوں نے سیاسی قوت کو اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور شائد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سیاسی قوت کے بغیر محض راہ نمائی کے ذریعے علماء کرام معاشرہ میں کوئی انقلابی تبدیلیاں پیدا کر سکے ہوں۔

اورنگ زیب عالمگیر جو ایک جید عالم دین تھے اپنے وسیع وطن میں قرآن و سنت اسی لیے نافذ کر سکے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ اور بھائیوں کو شکست دے کر سیاسی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ سید احمد شہید رح اور شاہ اسمٰعیل شہید رح کو پشاور کے صوبہ میں ۱۸۳۱ء میں کچھ عرصے کے لیے نظام اسلامی نافذ کرنے میں اسی لیے کامیابی نصیب ہوئی تھی کہ قوت و اقتدار پر خود ان کا قبضہ تھا، اور جہاد ۱۸۵۷ء کے دوران شاملی کے علاقہ میں امیر المؤمنین حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کے ہاتھوں شرعی قوانین کا کچھ دنوں کے لیے اسی لیے اجراء ممکن ہوا تھا کہ انہوں نے سیاسی قوت و اقتدار کو کنٹرول کرنے سے گریز نہیں کیا تھا۔ اور ماضی قریب میں دو بزرگوں کا سیاسی طرزِ عمل تو ہمارے لیے فکر و نظر کے سارے در وا کر دیتا ہے۔ ایک طرف حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کی سیاسی جدوجہد ہے کہ انہوں نے اپنے رفقاء کی معیت میں تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے سر توڑ کوشش کی اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ صوبہ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کی کامیابی علامہ شبیر احمد عثمانی رح اور ان کے رفیق کار مولانا ظفر احمد عثمانی رح کی شبانہ روز محنت کا ثمرہ تھی۔ اسی لیے قیام پاکستان کے بعد کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانی رح اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی کو پاکستان کا پرچم لہرانے کے اعزاز سے نوازا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بزرگ

صرف رہنمائی کے دائرہ میں محدود رہے۔ انہوں نے نے سیاسی قوت حاصل کرنے سے گریز کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ قرآن وسنت کے نظام کے نام پر پاکستان کے لیے لوگوں سے ووٹ حاصل کرنے والے یہ بزرگ قیام پاکستان کے بعد نظام قرآن وسنت کے لیے ایک عدد "قرارداد مقاصد" کی منظوری کے سوا عملاً کچھ نہ کر سکے اس کا مطلب نہیں کہ وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

یقیناً انہوں نے اپنی حد تک سعی کی۔ لیکن سیاسی قوت نہ ہونے کے سبب وہ کچھ نہ کر سکے اور خون کے آنسو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ پاکستان کے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی تصنیف "الشہاب" خود حکومت پاکستان نے ضبط کر لی لیکن پاکستان کی حمایت میں جان جوکھوں میں ڈالنے والے علماء کرام کا یہ بزرگ گروہ اس کتاب کی آزادی کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ یہ بے بسی اسی لیے تھی کہ ان کے پاس سیاسی قوت نہ تھی۔ وہ زور سے اپنی بات منوا نہ سکتے تھے اور ظاہر بات ہے کہ آج کے دور میں سیاسی قوت واقتدار کے بغیر محض راہ نمائی سے انقلاب واصلاح کی بات محض پانی بلونے کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اس کے برعکس علامہ شبیر احمد عثمانی ہی کی جمعیۃ علماء اسلام کو از سر نو زندہ و متحرک کرنے والے علماء کی سیاسی جدوجہد پر ایک نظر ڈالیے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے دوبارہ احیاء کے بعد قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مجاہد سرحد حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ اور ان کے رفیق علماء نے براہ راست سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لیا گیا اور ۷۰ء کے انتخابات کے بعد جب صوبہ سرحد میں جمعیۃ کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی سیاسی حیثیت سے اپنے مشن کے لیے فائدہ اٹھائے تو اس نے ایک لمحہ کے لیے گریز نہیں کیا۔ صوبہ سرحد میں قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ معاہدہ کر کے دونوں پارٹیوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اپنی حیثیت صرف راہ نمائی تک محدود نہ رکھی چنانچہ سیاسی قوت خود حاصل کی۔ وزارت اعلیٰ کا منصب شرط لگا کر حاصل کیا اور اسی لیے وہ صوبہ سرحد میں شراب پر پابندی، تقاوی سود کی معافی، جوئے پر پابندی، اردو کو سرکاری زبان قرار دینے، فرنگی لباس کی بجائے شلوار قمیص کو دفتری لباس قرار دینے، سکول و کالج میں اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دینے اور اس جیسی بیس سے زائد اسلامی اصلاحات نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے اگر مفتی صاحب اور جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد میں سیاسی قوت خود حاصل کرنے کی بجائے محض معاونت در راہ نمائی کے دائرہ میں ہی خود کو محدود رکھتے تو یقیناً ان کی بے بسی بھی قابل دید ہوتی جیسا آج کل سرحد و بلوچستان میں "شریعت" کے نام سے وزارتوں کے نعرے والے "ملا" بے دست و پا نظر آتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب تک علماء کرام خود سیاسی قوت حاصل نہیں کر لیتے اصلاح و انقلاب کے لیے ان کی کوئی سی کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

انہی وجوہ کی بنا پر جمعیۃ علماء اسلام سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہے اور وہ بلا ریب یہ سمجھتی ہے کہ اس کی سیاسی جدوجہد:

۱۔ اسلام کے مکمل نظام حیات کی آئینہ دار ہے۔

۲۔ ان کے عظیم اسلاف و اکابر کا قیمتی ورثہ ہے۔

۳۔ تحریک آزادی کا ایک اہم اور فیصلہ کن حصہ ہے۔

۴۔ نظام قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے ضروری ہے اور

۵۔ اس کے مشن کی عملی ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔

اس لیے ہم اسلامیان پاکستان سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملی و دینی **فرائض** کو پہچانیں اور مندرجہ بالا عظیم **مقاصد کی تکمیل** کے لیے جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر عملی جدوجہد کریں۔ جمعیۃ علماء اسلام کا مقصد یہی ہے کہ علماء اسلام کی راہ نمائی میں اسلام کے عادلانہ نظام کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی کی جائے۔ یہ صرف علماء کی جماعت نہیں اس کے دروازے وکلاء، طلبہ، دانشوروں، مزدوروں، کسانوں، تاجروں اور زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لیے کھلے ہیں۔

آئیے اور وطن عزیز پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنانے کے لیے اپنا فرض ادا کیجیے۔ جمعیۃ علماء اسلام کا پلیٹ فارم اس مقصد کے لیے حاضر ہے۔

کیا آپ یہ مخلصانہ دعوت قبول فرمائیں گے؟

اہم انکشاف

حضرت سید نیاز احمد شاہ صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب کے دست حق پرست پر چک ۱۳۳ حلقہ میاں چنوں کی ایک عیسائی لڑکی نے اسلام قبول کیا ہے۔ لڑکی کا نام گلوریا فلورنس کی بجائے:

زاہدہ کوثر

رکھا گیا ہے۔

عیسائیت کی ریشہ دوانیوں سے متعلق جو

انکشافات

اس نے کیے ہیں، آئندہ شمارے میں ملاحظہ

فرمائیے

(ادارہ)

مولانا محمد یوسف رحمانی

اخلاق و آداب کی اہمیت

اسلام نے دنیا کو صرف عقاید و عبادات و معاملات ہی کی تعلیم نہیں دی، بلکہ اخلاق و آداب کو بھی دین کا جزء قرار دیا ہے۔ جہاں دیگر امور دینیہ کے سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے اس کے ساتھ ہی ادب و وقار کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان الهدى الصالح والسمت والاقتصاد جزء من خمسة وعشرين جزءً من النبوة۔

ترجمہ: اچھی روش، اچھا انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

یعنی یہ چیزیں انبیاء علیہم السلام کے عادات و اخلاق سے ہیں۔

علماء کرام فرماتے ہیں:

ليسن ان يتعلم الادب والسمت والفضل والحياءَ حسن السيرة شرعاً وعرفاً۔

ترجمہ: "ادب، وقار، فضل، حیا حسن سیرت سیکھنا شرعاً عرفاً مسنون ہے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے:

لان يؤدب الرجل ولده خير له من ان يتصدق بصاع۔ (ترمذی)

ترجمہ: "آدمی اپنی اولاد کو ادب سکھائے تو یہ ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔"

حدیث میں آیا ہے:

تعلموا العلم وتعلموا للعلم السكينة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه۔ (طبرانی)

علم سیکھو علم کے لیے، سکینت اور وقار سیکھو جس سے سیکھو اس کے لیے تواضع کرو۔"

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

تادبوا ثم تعلموا۔

ادب سیکھو! پھر علم سیکھو۔

حضرت علیؓ قوا انفسكم واهليكم ناراً کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے اہل کو آگ سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ:

ادبوهم وعلموهم

یعنی ان کو ادب اور علم سکھاؤ۔

حضرت عبداللہ بلخی فرماتے ہیں:

ادب العلم اكثر من العلم

علم کا ادب علم سے زیادہ ہے۔

امام ابن المبارک فرماتے ہیں کہ آدمی کسی قسم کے علم سے باعظمت نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے عمل کو ادب سے مزین نہ کرے۔

حضرت حبیب بن شہیدؒ جو کہ ابن سیرین کے اجل تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں:

اے بیٹے فقہاء علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر ان سے ادب سیکھنا میرے نزدیک بہت ساری حدیثیں جاننے سے بہتر ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے چند طلباء کی نازیبا حرکات دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ تم پر وقار لازم ہے۔

(الآداب الشرعیة)

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ سفر پر جا رہے تھے۔ تلامذہ نے عرض کیا حضرت کہاں چلے ہیں؟ فرمایا بصرہ جا رہا ہوں۔ عرض کیا، وہاں کون محدث ہے جس سے آپ نے حدیث نہ سنی ہو؟ فرمایا حضرت ابن عونؒ کی خدمت میں حاضری کا خیال ہے، تاکہ ان سے اخلاق و آداب سیکھوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بعض علماء کی خدمت میں علم سیکھنے نہیں، بلکہ آداب و اخلاق سیکھنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت علی بن المدینیؒ حضرت یحییٰ بن سعید قطان کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے۔ تاکہ ادب و اخلاق سیکھیں۔

حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ طلباء استاذ سے ہر چیز سیکھتے تھے حتیٰ کہ اس جیسی پوشاک اور جوتے پہننا سیکھتے تھے۔

حضرت امام احمدؒ کی مجلس میں پانچ ہزار آدمیوں میں سے صرف پانچ سو آدمی حدیثیں لکھنے وا... ، باقی تمام آداب و وقار سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے
الآداب الشرعیۃ

استاذ کا مقام

شرح طریقۃ المحمدیہ میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

من علم عبداً آیۃ من کتاب اللہ فھو مولاہ لا ینبغی ان یخذلہ ولا یستأثر علیہ احداً۔

(عوارف المعارف)

ترجمہ: جو کسی کو ایک آیت قرآن سکھائے وہ اس کا آقا ہے۔ اس کو کبھی اس کی مدد نہ چھوڑنا چاہیے اور نہ اس پر کسی کو ترجیح دینا چاہیے۔

شرح طریقۃ المحمدیہ میں ہے کہ استاذ کا حق والدین کے حق پر مقدم ہے۔ اس پر ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ امام حلوانیؒ جب بخارا چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے تو ان کے تمام تلامذہ ان کی زیارت کو گئے، مگر امام زرنجریؒ اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ مدت کے بعد جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس کرتے ہوئے عذر پیش کیا۔ امام حلوانیؒ نے فرمایا کہ خیر تم کو عمر تو نصیب ہوگی، مگر درس نصیب نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کا حلقہ درس کبھی نہیں جما اور ان کے درس سے لوگ مستفید نہ ہو سکے۔

الآداب الشرعیہ میں ہے:

ذکر بعض الشوافعؒ فی کتابہ الفاتحۃ العلم ان حقہ اکد من حق الوالد۔

بعض شوافع نے اپنی کتاب فاتحۃ العلم میں لکھا ہے کہ استاذ کا حق والد کے حق سے زیادہ مؤکد ہے۔

استاذ اور عالم دین کا حق

تعلیم المتعلم میں ہے کہ استاذ کی تعظیم و تکریم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے پاس مباح گفتگو بھی نہ کرے جب وہ تھکا ماندہ ہو سوال نہ کرے، لوگوں کو مسائل بتلانے کا جو وقت اس کے پاس مقرر ہو اس کا انتظار کرے اس کے دروازے پر جا کے دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ صبر و سکون کے ساتھ اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرے۔

شرح الطریقۃ المحمدیہ میں ہے کہ جو آدمی علم و فضل میں زیادہ ہو تو اس سے یہ کہنا بھی بے ادبی ہے کہ نماز کا وقت آگیا، یا چلیے نماز پڑھیے۔ جب کہ یہ کہنا اس بات کا موہم ہو کہ اس کو نماز کا خیال نہیں۔ چنانچہ یہ ابہام بھی بے ادبی میں داخل ہے۔

علامہ ابن الجوزیؒ نے مناقب اصحاب الحدیث میں لکھا ہے کہ استاذ کے ہاتھ چومنا بھی داخل تعظیم ہے

ینبغی للطالب ان یبالغ فی التواضع للعالم ویذل نفسہ لہ ومن التواضع للعالم تقبیل یدیہ۔

(الآداب الشرعیۃ)

"طالب علم کے لیے زیبا ہے کہ عالم کے لیے تواضع کرے اور اپنے نفس کو اس کے لیے ذلیل کرے اور عالم کی تواضع سے یہ بھی ہے کہ اس کا ہاتھ چومے"

استاذ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے آنے جانے کے وقت کھڑا ہو جائے۔

استاذ عالم کے لیے قیام کا جواز، بلکہ استحباب الآداب الشرعیۃ میں مذکور ہے اور علامہ نوویؒ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔

شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے کہ شاگرد کو استاذ کی کوئی رائے یا تحقیق غلط معلوم ہوتی ہو تو بھی اس کی پیروی کرے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

استاذ کے لیے تواضع کرنا، چاپلوسی کرنا، خدمت کرنا، مدد کرنا اور علانیہ اور خفیہ اس کے لیے دعا کرنا یہ سب باتیں استاذ کی تعظیم میں داخل ہیں۔

(شرح الطریقۃ المحمدیۃ)

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے

ینبغی ان یتواضع و یطلب الثواب والشرف بخدمتہ۔

چاہیے کہ معلم کے لیے تواضع کرکے شرف اور ثواب حاصل کرے۔

اس کے بعد ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ:

لیس من اخلاق المؤمن التملق الا فی طلب العلم

(رواہ ابن عدی)

مومن کے لیے چاپلوسی کوئی جگہ نہیں رکھتی، مگر طالب علم کی راہ میں۔

تعلیم المتعلم میں مذکور ہے کہ استاذ کی اولاد اور اس کے متعلقین کی تعظیم و توقیر بھی اس کی تعظیم میں داخل ہے۔

شرح الطریقۃ المحمدیہ میں ہے: علم کے زوال کا ایک سبب معلم کے حقوق کی رعایۃ نہ کرنا ہے اور فرمایا کہ استاذ کو جس شاگرد سے تکلیف پہونچے گی وہ علم کی برکت سے محروم ہوگا۔

چٹ پر سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے

طلباء کی دنیا

رپورٹ: محمد یوسف ولی اللّٰہی

طلباء بیدار ہوجائیں تو وہ ملک میں انقلاب لاسکتے ہیں

حضرت مولانا مفتی محمود

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کا کنونشن ۱۴/۱۵ جون کو خالق دینا حال کراچی میں ہوا۔

افتتاحی تقریب

کنونشن کی افتتاحی تقریب احاطہ دفتر جمعیۃ طلباء اسلام کراچی گرومندر میں ہوئی جس کا آغاز قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود صاحب کے خطاب سے ہوا حضرت مفتی صاحب سے قبل جناب محمد فاروق قریشی مرکزی ناظم نشریات جمعیۃ طلباء اسلام نے سندھ کنونشن کی مختصر سی غرض وغائت بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ شدید گرمی اور بے انتہا مصروفیت کے باوجود مفتی صاحب نے طویل سفر کی صعوبت برداشت کرتے ہوئے کنونشن میں شرکت فرما کر جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر طلباء بیدار ہوجائیں اور ملک کے موجودہ مسائل کو سمجھ لیں تو وہ ملک میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت ملک میں شدید سیاسی عدم استحکام ہے جس کی وجہ سے لوگ ملک کی بقا اور سالمیت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگئے ہیں۔

افتتاحی اجلاس سے حضرت مفتی صاحب کے علاوہ جناب رانا شمشاد علی خاں صدر جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب جناب اسمٰعیل کامریڈ اور جناب محمد رفیق نے بھی خطاب کیا۔ افتتاحی تقریب کی صدارت کے فرائض صوبائی صدر جناب عبدالغفور شاہ صاحب نے انجام دئے۔

پہلی نشست

کنونشن کی پہلی نشست ۱۴ جون کو صبح ساڑھے نو بجے صوبائی صدر جناب سید عبدالغفور شاہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ سندھ کی تمام ضلعی شاخوں کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ کارگزاری کے جائزہ کے بعد حضرت مولانا غلام قادر صاحب نے کنونشن کی غرض وغائت پر تقریر فرمائی۔

دوسری نشست

۱۴ جون رات کو سوا آٹھ بجے جناب محمد اقبال شیخ کی صدارت میں منعقد ہوئی شیخ صاحب نے صدارتی خطبہ دیا اس کے بعد جناب سید مطلوب علی زیدی ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان نے طلبہ سے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے ارکان جمعیۃ کے سیرت وکردار کی بہتری اور نصب العین پر تہہ دل سے یقین کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے بعد جناب رانا شمشاد علی خاں صدر پنجاب نے جمعیۃ طلباء اسلام کیوں بنی کے عنوان سے تقریر کی اور جناب خالد محمود صاحب نے بھی خطاب کیا۔

تیسری نشست

کنونشن کی تیسری نشست ۱۵ جون کو صبح نو بجے جناب اکرام القادری صاحب رئیس ادارہ ہفت روزہ ترجمان اسلام کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اجلاس سے جناب محمد اسلم شیخ، جناب محمد بلال، جناب ماسٹر عطا محمد صاحب اور جناب اکرام القادری صاحب نے خطاب فرمایا۔ آخری تقریر حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری نے کی اور دوست اور دشمن کی پہچان کے موضوع پر طلبہ سے خطاب کیا۔

چوتھی نشست

چوتھی نشست حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری مدظلہ کی صدارت میں شام چار بجے منعقد ہوئی۔ اس نشست میں جناب مولانا سلیم اللہ صاحب نے عظمت انبیاءؑ وحرمت صحابہ رضؓ اور صحابہ معیار حق ہیں کے موضوع پر مدلل انداز میں تقریر کی۔

پانچویں نشست

۱۵ جون کی شام ساڑھے چھ بجے حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری کی صدارت میں کنونشن کی پانچویں نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور حضرت مولانا پیر عبدالکریم صاحب پیر شریف نے خطاب فرمایا اپنے خطاب میں انہوں نے طلبہ کو پوری تندہی سے اس انقلابی پروگرام کے حصول کی جدوجہد میں شریک ہونے کی تلقین کی جس کا بیڑا جمعیۃ طلباء اسلام نے اٹھایا ہے۔

چھٹی نشست

کنونشن کی چھٹی نشست ایک جلسہ عام تھا جس کی صدارت جناب ڈاکٹر فضل اللہ سلیٹھار صاحب نے کی۔ جلسہ عام کا آغاز سوا نو بجے رات

ہوا۔ جلسہ عام میں حضرت مولانا سعید احمد ٹہوری، حضرت مولانا عبدالکریم قریشی، جناب رانا شمشاد علی خاں، جناب شبیر احمد قریشی، جناب خالد محمود صاحب، جناب اکمل ندیم اور جناب لیاقت علی حیدر آبادی نے تقاریر کیں۔

قرار دادیں

جلسہ عام میں درج ذیل قرار دادیں پیش کی گئیں۔

۱۔ جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کا یہ عظیم اجتماع حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں فوری اسلامی نظام تعلیم جاری کیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کے شعائر اسلامی کے استعمال پر ان کی زبردست مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانیوں کو اس سے باز رکھا جائے۔

۳۔ ملک کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر اپوزیشن کے اسمبلیوں کے بائیکاٹ کو یہ اجلاس مستحسن نظروں سے دیکھتا ہے اور اپوزیشن رہنماؤں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

۴۔ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت ڈومی سائل کے حصول میں آسانیاں پیدا کرے۔

۵۔ تعلیمی اداروں میں دھاندلیاں اور غنڈہ گردی فوری طور پر ختم کی جائے اور مشرقی پاکستان کے طلباء کو میڈیکل کالجوں میں داخلے دیئے جائیں۔

۶۔ مزدوروں کی چھانٹی فی الفور بند کی جائے۔

اجلاس مجلس شوریٰ (سندھ)

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس ۱۵ جون کو ہوا۔ اجلاس میں ملکی صورت حال اور طلباء کے مسائل پر غور کیا گیا۔ درج ذیل فیصلے ہوئے۔

۱۔ مجلس شوریٰ صوبہ سندھ میں دو ارکان کا اضافہ کیا گیا۔

ا۔ جناب الٰہی بخش صاحب کراچی۔

ب۔ جناب عبدالجبار صاحب عمر پارکر (ڈگری)

۲۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے صوبائی صدر ایک رابطہ سیکرٹری مقرر کریں گے جو براہ راست صوبائی دفتر کے تحت ہوں گے۔

قائد طلبا جناب اسلوب قریشی کا دورۂ سرحد

۲۲ جون کو کوہاٹ میں جمعیۃ طلباء اسلام سرحد کا اجلاس ہوا جس میں صوبہ سرحد کی اکثر شاخوں کے نمائندے شامل ہوئے۔

یہ اجلاس صوبہ سرحد کی تنظیم نو کے سلسلے میں بلایا گیا تھا۔ اجلاس جناب اسلوب قریشی کی زیر صدارت ہوا۔

اجلاس سے سرحد کے تمام دوستوں نے جناب اسلوب قریشی کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

صوبائی کنوینگ باڈی کا قیام

جناب قریشی صاحب نے احباب کے مشورہ سے مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ایک کنوینگ کمیٹی تشکیل دی۔

کنوینر: جناب جاوید ابراہیم پراچہ (پشاور یونیورسٹی)

سیکرٹری کنوینگ باڈی: جناب عبدالحکیم اکبری (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

ارکان:۔

جناب حافظ محمد یٰسین (پشاور یونیورسٹی)

صاحبزادہ فضل الرحمان (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

جناب امیر جان (کوہاٹ)

جناب عزیز الرحمٰن ہزاروی۔ (میڈیکل کالج پشاور)

یہ کمیٹی چھ ماہ کے عرصے کے لیے بنائی گئی۔ آخر میں قائد طلباء نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ طلباء تن دہی سے کام کریں۔ انہوں نے مدارس عربیہ اور کالجوں کے طلباء کی علیحدہ علیحدہ تنظیموں کے قیام کو لغو قرار دیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے ٹل، ہنگو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور نوشہرہ کا دورہ کیا اور تنظیمی اجتماعات سے خطاب کیا۔ طلباء نے ہر مقام پر بھرپور خیر مقدم کیا اور جناب قائد کی قیادت پر بھی بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

ان مقامات پر جناب قائد کے ہمراہ جناب جاوید ابراہیم پراچہ، حافظ محمد یٰسین، جناب فضل الرحمان، جناب امیر محمد جان اور جناب حافظ طاہر بھی تھے۔

کراچی

جمعیۃ طلباء اسلام کراچی کی مجلس عمومی کا اجلاس ۲۲ جون بروز اتوار دفتر جمعیۃ میں بصدارت جناب محمد فاروق قریشی منعقد ہوا جس میں کراچی کی تنظیمی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر: جناب حفظ الرحمان صاحب

ناظم عمومی: " محمد رفیق صاحب

" مالیات: " عبدالصمد صاحب

" نشریات: " محبوب الرحمان صاحب

خط و کتابت
کرتے وقت
خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں

قمر ہاشمی

شہر شہر سے

جمیعۃ علماء اسلام ضلع ملتان کی کارگذاری کی سہ ماہی رپورٹ

صوبائی دفتر سے تمام ضلعی جمیعتوں کو ہدایت جاری کی تھی کہ یکم جولائی تک سابقہ کارگذاری اور آمدو خرچ کی رپورٹ ارسال کریں اور اس کے بعد ہر تین ماہ بعد کارگذاری اور آمدو خرچ کی سہ ماہی رپورٹ پابندی کے ساتھ صوبائی دفتر کو بھجوائیں۔ جمیعۃ علماء اسلام ضلع ملتان نے سب سے پہلے اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے رپورٹ ارسال کی ہے ——— رپورٹ شائع کی جا رہی ہے اور دیگر اضلاع سے بھی گذارش ہے کہ یکم جولائی سے قبل رپورٹ صوبائی دفتر کو بہر حال پہونچا دیں ——— غلام اکبر۔ ناظم صوبائی دفتر جمیعت علماء اسلام رنگ محل لاہور

رپورٹ کارکردگی یکم محرم الحرام۔ تا: ۲۹/ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ

جناب عالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کی مہربانی، توجہ اور رہنمائی اور دعائیں حاصل ہونے کی امید پر جمیعت علماء اسلام ضلع ملتان کے دفتر کی سہ ماہی اوّل میں کارکردگی کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

یہ کہ اس سال کی سہ ماہی اول میں جمیعۃ علماء اسلام ضلع ملتان کی مجلس عمومی کا اجلاس ہوا دفتر ضلع و مبلغ کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔

دفتری کارکردگی کو مزید بہتر اور مؤثر بنانے کے لیے مجلس عمومی نے دفتری عملہ کو اپنے مفید مشوروں اور ہدایات سے نوازا اور دفتری عملہ نے دفتری اور تنظیمی کام کو ہدایات کی روشنی میں مزید بہتر بنانے کا عہد کیا۔ نیز یہ کہ مجلس عمومی کی سفارش پر ایک ٹیپ ریکارڈ مبلغ -/۱۲۰۰ روپے کے خرچے سے خرید کیا گیا۔ تاکہ اکابرین جمیعۃ کی تقاریر کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا سکے۔

مزید برآنکہ متحدہ جمہوری محاذ ضلع و شہر ملتان کے انتخابات میں مقامی اور ضلعی جماعت نے بھرپور حصہ لیا جس کے نتیجے میں متحدہ جمہوری محاذ شہر ملتان میں جنرل سیکرٹری اور نائب صدر و ضلعی محاذ میں سیکرٹری اور خازن کی ذمہ داری اور خدمات، نمائندگان جمیعۃ کے سپرد ہوئیں۔

یہ کہ جماعت ضلع ملتان کی طرف سے مبلغ -/۱۰۰۰ روپیہ نقد مرکزی دفتر لاہور کو اُردو کی ٹائپ مشین خریدنے کے لیے پیش کیا گیا

خادمان جمیعۃ نے اپنے جماعتی احباب کی امداد و اعانت سے شعبۂ خدمت خلق میں مبلغ -/۷۴۷ روپے مستحق افراد کی امداد، نیز سوات کے زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے مبلغ ۶۸/۴۴۵۳ روپے نقد اور تقریباً ۱۰۰۰۰ روپے، مقامی طور پر امدادی سامان فراہم کیا ہے۔

علاوہ ازیں اس سہ ماہی مدت میں حدود ضلع ملتان میں ۲۰ نئی شاخیں قائم کر کے جمیعۃ کے پروگرام کی اشاعت کی خدمات انجام دی گئیں۔ تقریباً ایک صد جلسے پورے ضلع ملتان میں کیے گئے اور ایک بہت بڑا جلسہ ملتان شہر میں منعقد کیا گیا جس میں امیر مرکزیہ اور قائد جمیعۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر حاضرین کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ نیز حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔

حضرت والا!

اس عہد کے ساتھ کہ خادمان جمیعت مستقبل میں جماعتی اشاعت و ترویج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے، اجازت چاہتا ہوں۔ فقط والسلام۔

محمد شریف قریشی۔ ناظم عمومی جمیعۃ علماء اسلام ضلع ملتان۔

رپورٹ حسابات جمیعۃ علماء اسلام ضلع ملتان

بخدمت مکرمی جناب امیر جمعیۃ علماءِ اسلام صوبہ پنجاب

گوشوارہ آمد و خرچ

تفصیل آمدن	رقم: پیسے	رقم: روپے
امدادی رقوم موصولہ یکم محرم تا ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ	۵۰	۴۴۴۵
امدادی رقوم موصولہ برائے امداد زلزلہ زدگان سوات .... صوبہ سرحد..	۹۰	۵۱۹۶
میزان:	۴۰	۹۶۴۲
قرضہ واجب الادا بہ تفصیل ذیل:	۴۷	۱۷۷۷
فیس رکنیت ابتدائی کھاتہ۔	۷۲	۵۹۴
" " ضلع کھاتہ۔	-	۲۳۱
صوبہ کھاتہ۔	۰۰	۹
سیلاب فنڈ کھاتہ۔	۷۵	۳۴۰
دستی کھاتہ۔	-	۶۲۰
میزان:-	۴۷	۱۷۷۷
بقایہ۔ ذکر نقد:	۶۹	۱۱۷۸
میزان کل:-	۵۶	۱۲۵۹۸

تفصیل اخراجات	رقم پیسے	رقم روپے
نشرو اشاعت کھاتہ -	۶۵	۹۸۸
تواضع مہمان کھاتہ	۶۹	۳۸۴
اخراجات متفرق کھاتہ	۵۰	۶۹
ادائیگی بل بجلی کھاتہ -	۱۳	۷۶
کرایہ دفتر کھاتہ -	۰۰	۱۸۵
سٹیشنری وچھپائی کھاتہ	۵۰	۱۳
امداد مرکزی دفتر جمعیۃ علماء اسلام	۰۰	۱۰۰۰
اخراجات سفر کھاتہ	۸۶	۵۲۴
امداد مستحقین کھاتہ	۰۰	۷۷۷
مشاہرہ ملازمین کھاتہ دفتر	۰۰	۱۶۷۱
بل ٹیلی فون ادائیگی کھاتہ -	۰۰	۲۸۸
ڈاک وتار کھاتہ -	۸۰	۵۳
لائبریری کھاتہ -	۰۰	۳۵
سامان دفتر کھاتہ	۰۰	۱۲۰۰
مرمت سائیکل کھاتہ -	۷۵	۱۶
کل اخراجات امداد زلزلہ زدگان سوات -	۶۸	۵۳۴۴
میزان کل :	۵۶	۱۲۵۹۸

جلسہ سیرۃ النبی

آج مورخہ ۵ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ، مطابق ۱۶ رجون ۱۹۷۵ء کو جمعیۃ علماء اسلام ٹھل کے زیر اہتمام ایک جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نیشنل بنک اوو ما پر منعقد کیا گیا جس میں حضرت عبداللہ صاحب چانڈیہ اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری نے مفصل خطاب فرمایا اور لوگ کثیر التعداد میں شریک ہوئے اور اس میں چند مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں۔:

۱۔ یہ اجلاس ملک میں اشیائے صرف کی قیمتوں میں روز بروز اضافہ پر سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے جس سے غریب عوام کی زندگی تنگ آچکی ہے اور حکومت سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ روزمرہ کی اشیاء کی قیمتوں پر نظر ثانی کر کے غریب عوام کو ان مہلک مصائب سے نجات دلائے۔

۲۔ یہ اجلاس صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ میں روز بروز بدامنی سے عوام کی زندگی ابتر ہو چکی ہے۔ اس لیے دفعہ ۱۴۴ اور ڈی پی آر کا مسلسل استعمال ونفاذ ختم کر کے شہری آزادیاں بحال کی جائیں۔

۳۔ ٹھل شہر سے اسٹیشن کو جانے والی سڑک کو پختہ کر کے مسافروں کو پریشانی سے بچایا جائے۔

ایک خوش خبری!

گورنمنٹ ہائی سکول تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانوالہ کے ایک انگلش ٹیچر محمد اکرم صاحب قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ہیں جملہ اساتذہ کرام نے اس خوشی میں ان کو دعوت سے نوازا۔ عدیم صاحب نے مرزا کے جھوٹ کے واقعات بیان کیے اور ہیڈ ماسٹر جناب ممتاز احمد قریشی نے بھی ان کو اساتذہ کرام کی طرف مبارک باد پیش کی۔

دعا کی درخواست

محترم امجد علی شاکر کے والد گرامی مولانا عبدالقادر صاحب بصیرپوری کافی دنوں سے بیمار ہیں۔ قارئین سے مولانا کی جلد صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ مولانا فاضل دیوبند اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

تبصرہ کے اجراء کی دوبارہ اجازت

بعض قانونی پیچیدگیوں کے باعث حکومت نے ماہانہ "تبصرہ" کی اشاعت پر گذشتہ دو ماہ سے پابندی عاید کر دی تھی۔ الحمد للہ اب دوبارہ اشاعت کی اجازت مل گئی ہے۔ جولائی کا شمارہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز (جانباز مرزا)

جلسہ دستار بندی

مدرسہ شمس الہدیٰ کلاب جیل صوبہ سندھ کے زیر اہتمام ایک اہم جلسہ ہو رہا ہے جس میں درج ذیل علماء کرام شرکت فرمائیں گے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی، مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری، مولانا گل محمد صاحب بلوچستانی، مولانا عزیز احمد صاحب ٹھیڑی اور سید عبد اللہ شاہ صاحب سکھر۔ (یہ جلسہ ۹ اور ۱۰ جولائی کو ہوگا)

قاری نور الحق قریشی کارکنوں سے خطاب کریں گے

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم انتخابات قاری نور الحق ایڈووکیٹ ۶ جولائی بروز اتوار مرکزی دفتر رنگ محل لاہور آئیں گے اور جماعتی امور پر متعدد احباب سے صلاح مشورہ کے بعد نماز ظہر جمعیت علماء اسلام لاہور کے کارکنوں سے خطاب کریں گے۔

فون: ۶۷۷۱۵ | ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۱۳۲

ہم نہیں سمجھے

جفا و جور کا دستور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے
یہاں حق بے کس و مجبور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

مسلمانو! تمہارے اوج کے چرچے تھے دنیا میں
یہ ذلت اب تمہیں منظور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

خدا کا خوف کھا کر جس نے سچی بات کہہ دی ہو
خراب و خستہ و رنجور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

ہمیں دیوانہ کہہ کر جب سے زنجیروں میں جکڑا ہے
زمانہ اس قدر مسرور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

لباس اجلے ہیں، گھر جگمگ ہیں چہرے بھی چمکتے ہیں
ہوس کاروں کا دل بے نور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

وہ منزل جس کی جانب ہم چلے تھے سالہا پہلے
وہ منزل اب بھی اتنی دور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

کوئی سمجھائے جن کو ملک کا خادم بنایا تھا
وہ طبقہ اس قدر مغرور کیوں ہے، ہم نہیں سمجھے

فقیر و بے نوا، ناکارہ و بے کس ہے گیلانی
مگر یہ اس قدر مشہور کیوں ہے ہم نہیں سمجھے

پیر ابن گیلانی، شیخوپورہ

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان حلقہ مصطفیٰ آباد لاہور کے زیر اہتمام دو روزہ

عظیم الشان نظامِ شریعت کانفرنس

۴، ۵ جولائی بروز جمعہ، ہفتہ بعد نمازِ عشاء

زیرِ صدارت: مولانا عبید اللہ انور صاحب

مقررین: مولانا اجمل خان صاحب، مولانا سعید احمد رائے پوری، جناب قاری نور الحق صاحب قریشی، جناب قاضی محمد سلیم

اور دیگر علمائے کرام

اس کے علاوہ میاں محمد عارف صاحب (پنجاب یونیورسٹی) حافظ محمد طاہر یوسف ولی اللٰہی اور شاعر جمعیۃ طلباء اسلام سید سلمان گیلانی،

خطاب فرمائیں گے

بمقام: جامع مسجد رحمانیہ